ستاروں کی طرح دمکتے ہوئے ان باکردار (شہداء) کے ذریعہ صراط مستقیم کا پتہ لگایا جا سکتا ہے۔

(قائد انقلاب اسلامی امام خامنہ ای)

سلام برابراہیم

(حصہ ۲)

ناشر: ادارۂ فاطمیؑ جعفرآباد جلالپور امبیڈکرنگر (یو.پی.)

(قائد انقلاب اسلامی امام خامنہ ای)

شہداء کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

حال ہی میں میں نے شہید ابراہیم ہادی کے بارے میں ایک کتاب (سلام ہو ابراہیم پر) پڑھی۔ اس کتاب کا مطالعہ اگرچہ مکمل کر چکا ہوں لیکن کتاب ابھی بھی میرے ساتھ ہے اور اسے میں نے چھوڑا نہیں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلام بر ابراهیم

حصه (۲)

فخریه پیشکش

ادارۂ فاطمی(ص) جعفر آباد جلالپور امبیڈکرنگر

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں ©

نام کتاب: سلام برابراہیم (حصہ۲)

تالیف: ابراہیم ہادی ثقافتی مرکز

تاریخ: ۲۰/جمادی الآخر ۱۴۴۲ھ-۳/فروری ۲۰۲۱ء

ناشر: ادارۂ فاطمی (ص) جعفرآباد جلالپور امبیڈکرنگر (یو. پی.)

فہرست

امام خمینیؒ..۱۰

تہران کا جوان..۱۱

ماں کے نام..۱۹

بندۂ خدا..۲۴

والیبال..۲۷

جھگڑا..۳۱

بزرگوں کے حالات..۳۶

سیدالشہداؑ کی طرف ہدایت..۴۱

حیاء..۴۴

ستارے کی مانند..۴۷

تھپڑ..۵۰

نصیحت..۵۲

اخلاق..۵۶

دوستی..۵۹

جہالت اور ہدایت..۶۳

جہالت اور ہدایت ۔۲..۶۵

جِم..۶۹

حق الناس..۷۲

مرد الٰہی..۷۵

شہید کے دوست کی زبانی..۷۸

مرد الٰہی ۔۲..۸۰

مہدی حسن قمی..۸۳

برائی کی روک تھام..۸۶

برائی کی روک تھام ۔۲..۸۹

ٹیوٹا..۹۲

علماء کے محضر میں..۹۵

انتساب

شفیعۂ محشر،

صدیقۂ طاہرہ،

شہیدۂ ولایت،

پارۂ رسالت،

معدن امامت،

مرکز طہارت،

ام الشہداء حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے نام!

عرض ناشر

ایران کے اسلامی انقلاب کی برکتوں میں سے ایک ایسے ہمہ گیر چہروں کا ظہور ہے جو پوری ایک مملکت کو بیدار کرنے اور اسے ایک نئی زندگی عطا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

یہ وہ تابناک چہرے ہیں جو ایک طرف بلند اسلامی افکار سے آشنا ہیں اور دوسری طرف میدان عمل میں بھی شریعت کی پیروی میں بھی پیشگام ہیں، دشمنان دین کے مکر و حیلوں کو بھی جانتے ہیں اور ساتھ ہی محاز کفر کے ساتھ بر سر پیکار رہنے پر بھی اعتقاد رکھتے ہیں اور شاید پوری تاریخ میں کبھی بھی امت مسلمہ آج کی طرح بڑی شدت کے ساتھ ایسے چہروں کے انتظار میں نہیں تھی۔

یہ عاشقانِ خدا و معشوقانِ خدا جو ایک خاص قوم و سرزمین سے بالاتر ہیں اور چونکہ یہ لوگ خالص اسلام ناب محمدی کے تربیت یافتہ ہیں لہٰذا ہر مسلمان کے لئے، چاہے وہ کسی بھی زبان وقوم سے وابستہ ہو ایک نمونہ اور آئیڈیل کی حیثیت رکھتے ہیں۔اس قسم کے تابناک چہروں کو پہچاننے کا ایک طریقہ ان کی زندگی کے ایسے مختلف حالات و واقعات کا مطالعہ کرنا ہے جن سے انکے بلند افکار، دینی بصیرت اور سماجی کردار کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔

ہمیں بہت فخر ہے کہ ہم ایسے چند ایک مکتب سید الشہداء، پروردۂ امامِ راحلؒ، کی حالاتِ زندگی پر مبنی اردو لٹریچر پیش کر رہے ہیں جنھوں نے اسلامی انقلاب کی کامیابی واسکی جڑوں کو مضبوط کرنے میں اہم

کردار نبھایا ہے اور اپنے زمانے کے طاغوت سے برسرِ پیکار رہے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ مسلمان جوان ،ان عظیم ہستیوں کو اپنا آئیڈل قرار دے کر اسلامی سرحدوں کے اندر، اسلامی فکر کی تقویت اور مذہبی اقدار کی بالادستی کے لئے کوشاں رہیں گے۔

اس مجموعے میں چند دوستوں نے تعاون دیا ہے ہم ان سب کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

ادارۂ ھذا نے اس کتاب کے موضوعات کو ایرانی ودیگر ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کیا ہے۔ کتاب کو عوام کے پسندیدہ خط، فونٹ اور خوبصورت انداز میں پیش کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نیٹ پر اپلوڈ کرنے والوں کی توفیقات خیر میں اضافہ فرمائے۔ خدا سے دعا ہے کہ خدمت کی توفیق کرامت فرمائے

امید ہے کہ آپ ادارۂ ھذا کی اس کوشش کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ اور جو غلطیاں اس میں رہ گئیں ہیں اس کو معاف فرمائیں گے۔

والسلام

ادارۂ فاطمی سلام اللہ علیہا جعفر آباد جلالپور امبیڈکر نگر

امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ

مستقبل میں کچھ لوگ جان بوجھ کر یا ناسمجھی میں عوام میں یہ موضوع اٹھا سکتے ہیں کہ اتنی قربانیوں کا کیا نتیجہ نکلا!؟

انہیں یقیناً عوالم غیب اور فلسفۂ شہادت کا کوئی علم نہیں ہوگا، وہ نہیں جانتے ہوں گے کہ جو شخص محض خوشنودی خدا کی خاطر محاذ جنگ پر جاتا اور علوم کی تشتری میں سر رکھے حاضر ہوتا ہے،

گذر زمان نہ تو اس کی بقاء اور جاودانی پر اثر انداز ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے بلند مرتبہ میں کسی طرح کی کوئی کمی آتی ہے۔

میں شہداء کی قدر ومنزلت اور ان کے قائم کردہ نقوش کے مکمل ادراک کے لئے ایک طولانی سفر کرنا ہوگا اور گذر زمان کے ساتھ انقلاب کی تاریخ اور مستقبل کی خاک چھاننا ہوگی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ خون شہداء وانقلاب اور اسلام کا زندگی بیمہ ہے۔

خوان شہداء نے رہتی دنیا تک کے انسانوں کو استقامت اور پائداری کی کا درس دیا ہے اور خدا جانتا ہے کہ راہ شہادت کبھی مسدود ہونے والا نہیں ہے۔

مستقبل کی اقوام شہداء کے نقش قدم پر چلیں گی، ان کی پاک تربتیں قیامت تک دردمندوں اور عاشقان وعارفان الٰہی کی زیارت گاہ راور حریت وآزادی کے ودلداروں کے لئے دارالشفاء رہیں گی۔

تہران کا جوان

[(استاد علی رضا پناہیان کا خندقِ کمیل کے شہداء کی برسی سے خطاب (۲۰۱۵)]

دفاعِ مقدس (ایران عراق جنگ) کے دو لاکھ پچاس ہزار شہیدوں میں شہید ابراہیم ہادی کا ایک خاص مقام ہے۔ جن لوگوں نے، جن جوانوں نے یہ کتاب نہیں پڑھی ان سے گزارش کرتا ہوں ضرور اس کتاب کا مطالعہ کیجیے۔ یقین کیجیے، اس کتاب کے پڑھنے سے پہلے اور پڑھنے کے بعد آپ کی نگاہ اور آپ کے کردار و رفتار میں بہت فرق آئے گا۔ بلکہ آپ اپنی زندگی کی تاریخ کو دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں: اس کتاب کو پڑھنے سے پہلے کی زندگی اور اسے پڑھنے کے بعد کی زندگی۔

میں مبالغہ آرائی سے کام نہیں لے رہا۔ مجھے یقین ہے جو بھی اس کتاب کا مطالعہ کرے گا اور اس شخصیت سے آشنا ہو گا وہ میری اس بات کی تائید کرے گا۔

حضرت آیت اللہ بہجتؒ فرماتے تھے: نیک لوگوں کی زندگی کا مطالعہ، درسِ اخلاق ہے۔ آپ اس کتاب (سلام بر ابراہیم) کا مطالعہ کرنے کے بعد اس کے معنوی اثرات کو اپنے وجود میں محسوس کریں گے۔ ہمارے شہداء کی منزلت خدا کے ہاں محفوظ ہے۔ ہمیں ان مقامات کی خبر نہیں۔ دفاعِ مقدس میں اور بہت سارے شہید ہوں گے جن کے مقامات ممکن ہے ابراہیم ہادی سے بڑھ کر ہوں، شاید ہم

انہیں نہ جانتے ہوں۔ لیکن خدا نے چاہا ہے کہ شہید ابراہیم ہادی کو ہم پہچان لیں۔

خدا کا یہ ارادہ تھا کہ وہ (شہید) تہران کے ایک متوسط علاقے میں زندگی گزارے۔ وہ ہمارے شہر کے باقی تمام شہداء سے ایک الگ حیثیت رکھتے ہیں۔ اس حیثیت کو ہم حس کر سکتے ہیں۔

شہید ابراہیم ہادی نہ کوئی عالم دین تھے اور نہ ہی فوج کا کوئی آفیسر۔ وہ لوگوں میں سے تھے۔ ان کے والد بھی ایک عام تاجر تھے۔ ہاں ایک خاص صفت جو ابراہیم میں پائی جاتی تھی وہ یہ تھی کہ وہ ایک مکمل پہلوان تھے۔ کھیل کے میدان میں ابراہیم کا اخلاق اس کتاب کے اندر جلوہ گر ہے۔ اس کے بعد وہ محاذِ جنگ پر حاضر ہوئے۔

خندقِ کمیل میں جو حماسہ دیکھنے کو ملا وہ دفاعِ مقدس کے نورانی لمحات کا ایک اہم واقعہ ہے۔ خندقِ کمیل یقیناً ابراہیم ہادی پر فخر کرتا ہے۔ یہ شہید اس خندق کے لیے ایک ابدی افتخار ہیں۔ اگر تہران کے لوگ کسی اچھے اور نیک بندے کی مثال دینا چاہیں تو بہتر ہے شہید ابراہیم ہادی کی مثال دیں اور کہیں: تہرانی جوان یعنی ابراہیم ہادی۔

شاید تہران کے بہت سارے نیک لوگ قیامت کے دن ابراہیم ہادی کے پیچھے جنت جائیں۔ آپ جانتے ہیں آقای دولابیؒ (بہت بڑے عارف تھے) مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیتے تھے۔ انہوں نے جب ابراہیم ہادی کو دیکھا، اس وقت ہادی کی عمر بیس سال تھی۔ جب سارے لوگ چلے گئے تب ابراہیم سے کہا: "آغا ابراہیم! کچھ ہمیں نصیحت کریں۔" ابراہیم نے شرمندگی کے مارے سر نیچے کیا اور کہا: "آغا، آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟!" لیکن میں جانتا ہوں آقای دولابیؒ نے یہ بات بالکل اخلاص کے ساتھ کہی تھی۔

آپ کی نظر میں 80 کی دہائی میں تہرانی جوان کا نمونہ ابراہم ہادی کے علاوہ اور کون ہوسکتا ہے؟ اگر کوئی چاہتا ہے انقلابی نسل کا ایک نمونہ دیکھے تب اسے شہید ابراہیم ہادی کو دیکھنا چاہیے۔ البتہ یہ اس حد تک ہے جتنا ہم جانتے ہیں۔ آسمان کی طرف جب نگاہ کرتے ہیں کچھ ستارے زیاہ نورانی ہیں چونکہ ہمارے نزدیک ہیں۔ کچھ ستارے ہیں جو زیادہ بڑے ہیں لیکن چونکہ ہم سے زیادہ دور ہیں لہذا ہم ان کی روشنی کو اچھی طرح نہیں دیکھ سکتے۔ جو بھی ہے، جو ستارے ہمارے نزدیک ہیں وہ ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔ مثلاً قطبی ستارہ۔ ہم قطبی ستارے کے ذریعے اپنے راستے کی تشخیص کرسکتے ہیں۔

شہید ابراہیم ہادی کو ہلاکامت لیں۔ میں حیران ہوں کہ ملک کے تمام اکھاڑوں میں کیوں شہید ابراہیم کا مجسمہ نصب نہیں کیا جاتا!۔ البتہ میں ان تمام شہداء کے مرقد کو تواضع کے ساتھ چومتا ہوں جن کا تعلق کسی بھی اکھاڑے سے تھا، لیکن شہید ابراہیم ہادی کی شخصیت سب سے الگ ہے۔ کیوں ان کا مجسمہ نصب ہو؟ اس لیے چونکہ ان کا نام، جہاں بھی ہو، تاثیر رکھتا ہے۔ وہ اپنی حیات میں ایک برجستہ معنوی شخصیت تھے۔ اب جب کہ شہید ہوچکے ہیں، شہادت کی وجہ سے ان کی تاثیر اور معنویت میں اضافہ ہوا ہے۔

ان کے والد اپنے تمام بچوں کی نسبت ابراہیم سے ایک خاص محبت رکھتے تھے۔ کہتے تھے: میرے اس بیٹے کی وجہ سے مستقبل میں میرا بھی نام روشن ہوگا۔ میں اس عظیم والد سے کہنا چاہوں گا کہ ابراہیم ہادی کی معرفت کا ابھی آغاز ہے۔

وہ ایک شجاع پہلوان تھے۔ جس کا ایسا ورزشی جسم اور ایسا جوان مردانہ رویہ ہو یقیناً دوسرے جوان اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ اسی قوی ہیکل جسم کے ساتھ ہاتھ میں ایک بیگ اٹھائے اکھاڑے

جا رہے تھے، اس کے دوستوں نے اس سے کہا: "محلے کی دو لڑکیاں تمہارے پیچھے تھیں اور تمہارے بارے میں ہی گفتگو کررہی تھیں۔ ماشاءاللہ بہت زیادہ جاذبیت رکھتے ہو۔!"

کہتے ہیں اگلے دن سے وہ ورزش کے سامان والا بیگ ان کے ہاتھ میں نہیں تھا۔ اپنا ورزش کا سامان ایک تھیلے میں ڈالتے تھے، کھلی شرٹ پہنتے تھے، کھلی اور پرانی پینٹ پہنتے تھے۔ محلے کے لڑکوں کو سب کچھ برا لگنے لگا۔ ابراہیم سے کہنے لگے: سب کی خواہش ہوتی ہے تیرا جیسا جسم ہو اور ایسا لباس پہنیں جس سے جسم کی نمائش ہو۔ ابراہیم نے کہا: میں دوسرے جوانوں کے انحراف کا سبب نہیں بننا چاہتا۔

امر بالمعروف اور نہی ازمنکر کرنے والے ادارے اور وہ جوان جو اپنے علاقوں میں ثقافتی حوالے سے کام کرنا چاہیں ان کے لیے ایک بہترین رول ماڈل ابراہیم ہادی ہیں۔ اس شہید کے طریقہ کار کا مطالعہ کیجیے۔ گویا وہ تعلیم و تربیت کے ماہرین سے زیادہ اس حوالے سے آگاہی رکھتے تھے۔

امیر المومنینؑ کے بیان (مومن اپنی فطرت کے مطابق نصیحت قبول کرتا ہے۔) کے مطابق وہ جانتے تھے ہر فرد کو کیسے جذب کرنا ہے؟! اس حوالے سے مختلف داستانیں نقل ہوئی ہیں کہ کس طرح کے جوانوں کو ابراہیم نے بدل دیا اور کہاں تک پہنچایا۔ غنڈہ گردی سے اٹھا کر محاذِ جنگ تک پہنچایا۔ اس نے یہ کارنامہ بھی انجام دیا کہ وہ عراقی جو اس کے مقابل محاذ میں تھے، اس سے لڑنے آئے تھے اور اس کی طرف گولی چلا رہے تھے، ان کو بھی اپنی طرف کھینچے اور اپنی طرف لے آئے۔ سحر کے وقت جب جنگ ایک مشکل مرحلے میں تھی تب ابراہیم فیصلہ کرتے ہیں اذان کہنی چاہیے۔

سب اس سے کہتے ہیں: " کیا ہوا ہے جو تو اچانک اذان کہنے پر مصِر ہے؟" وہ اپنی دلیل کسی کے

سامنے بیان نہیں کرتا اور بلند آواز کے ساتھ اذان شروع کرتا ہے۔ جب وہ اذان کہنا شروع کرتا ہے دوسری طرف سے اس کی طرف گولیاں چلتی ہیں۔ ایک گولی اس کی گردن پر لگتی ہے۔ سب کہتے ہیں: " کیوں ایسا کر رہے ہو؟" اس کے بعد اسے مورچے میں لے جاتے ہیں۔ خون اس کے بدن سے جاری ہے۔ اسے فرسٹ ایڈ دی جاتی ہے۔

کچھ ہی دیر بعد دیکھتے ہیں عراقی سپاہی سفید رومال لہراتے اس طرف آ رہے ہیں۔ پہلے سوچتے ہیں شاید یہ دشمن کی چال ہو لہٰذا اسلحہ آمادہ رکھتے ہیں۔ لیکن کچھ ہی دیر میں پتہ چل جاتا ہے کہ عراقی سپاہیوں نے اپنے آفیسر سمیت سرنڈر کیا ہے۔

پوچھتے ہیں: آپ لوگ کیوں سرنڈر ہوئے؟ وہ لوگ پوچھتے ہیں: جس جوان نے اذان دی تھی وہ کہاں ہے؟ بتایا گیا کہ وہ ہمارا ایک جوان تھا جسے تم لوگوں نے گولی ماری۔ وہ لوگ بتاتے ہیں کہ ہم اس کی اذان کی وجہ سے سرنڈر ہوئے اور اپنی کہانی تفصیل سے بتاتے ہیں۔ یہ ایک پہلوان جوان کی سانسوں کی برکت ہے جس کا تعلق اکھاڑے سے تھا۔

وہ ہائی اسکول کے دوران کشتی کا چیمپیئن تھا۔ کہتے تھے: "میں نے کبھی مقابلے میں حریف کی کمزوری سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ جبکہ اس طرح کے مقابلوں میں عام طور پر حریف کی کمزوری (ویک پوائنٹ) دیکھ کر اسے زمین پر پٹخ دیا جاتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابراہیم ایک پہلوان اور ایک ہیرو سے بڑھ کر تھا۔ ان تمام باتوں کے باوجود ابراہیم ہنس مکھ بھی تھا اور شجاع بھی۔

ہماری ثقافت عام طور پر لادین لوگوں کے زیر اثر ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ابھی تک ساری دنیا نے

ابراہیم ہادی کو پہچان لینا تھا۔ ہماری ثقافت کے ذمہ دار افراد ان 35 سالوں میں ثقافتی آثار کی تولید کے حوالے سے درکار علم و درایت سے آشنا نہ تھے ورنہ آج ہمارے پرائمری کے بچے بھی ابراہیم ہادی کو پہچان رہے ہوتے۔

اگر ابراہیم ہادی پر کوئی سیریز بنے، اگر خود شہید اس سیریز بنانے والے کو توفیق دے، مجھے یقین ہے لوگوں کی خواہش ہو گی ہر سال ماہ رمضان کی راتیں یہ سیریز دیکھ کر گزاریں۔ ابراہیم ہادی کئی بار پہلو کی طرف سے مجروح ہوتے ہیں، گلہ بھی اور چہرہ بھی زخمی ہو جاتا ہے۔ اس شہید کی اتنی جذاب اور ایکشن کی کہانیاں ہیں کہ مغربی جنگی فلمیں اس لیول تک پہنچ ہی نہیں سکتیں۔

ہم نے مغربی اور مشرقی جنگی اور ایکشن فلمیں بہت دیکھی ہیں لیکن ان میں سے اکثر افسانہ ہیں۔ لیکن اگر آپ یہ کتاب پڑھیں تب وہ افسانے اپنا رنگ کھو دیتے ہیں جن کی بنیاد جھوٹ اور خیال پر ہے۔ ایک پروڈیوسر بتا رہے تھے اگر تمہارا ہنر ضعیف ہے آئیں ابراہیم ہادی کے لیے کام کریں۔ تم میں خود بخود ہنر آئے گا۔ وہ خود تمہیں ہنرمند بنائے گا۔ اس کی داستانیں تمہیں ٹیکنک سکھائیں گی۔ خود اسی کی طرح اس کی طرف چل پڑو۔ وہ بہت زیادہ خلوص رکھتا تھا۔

اگر ابراہیم کی خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت کا تذکرہ کرنا چاہیں تب اس کے خلوص کا تذکرہ ہونا چاہیے۔ اس کی پوری زندگی کا ہم و غم یہی تھا۔ وہ ہمیشہ پابند تھا" کام صرف خدا کے لیے ہو۔" یہ اس کا تکیہ کلام تھا: "جو کام خلوص کے ساتھ نہ ہو وہ کسی فائدے کا نہیں ہے۔"

امام خمینیؒ بطور ایک سیاسی رہنما کے یہی صفت (خلوص) رکھتے تھے۔ یہ ان کا ہی ہنر تھا جو اس

سرزمین پر ایسے پھولوں کی آبیاری کریں اور معاشرے کے اندر اس طرح کے موتیوں کو تلاش کر کے ان کی تربیت کریں۔

بعض سیاستدان امام خمینیؒ کی طرح ہیں جب وہ معاشرے میں قدم رکھتے ہیں وہ اس سمندر کی گہرائیوں سے قیمتی موتیوں کو باہر نکالتے ہیں اور ان کو تاریخ کے لیے بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔ جبکہ کچھ سیاستدان ایسے ہوتے ہیں جب معاشرے پر حاکم ہوتے ہیں وہ سمندر کی تہہ سے زہریلے سانپ اور مچھلی باہر نکالتے ہیں اور ان بدمعاشوں کے ذریعے اپنی طاقت بچاتے ہیں۔

امام خمینیؒ اور مقام معظم رہبری ایسے سیاستدان ہیں جنہوں نے معاشرے کے اندر ابراہیم ہادی جیسوں کی تربیت کی۔ معاصر تاریخ میں ہم نے دیکھا کہ مقام معظم رہبری نے نہ صرف ایران کے اندر سے بلکہ باہر کے ممالک سے بھی ایسے افراد کو تلاش کیا اور ان کی تربیت کی۔ یہ ولایت کا نور اور اس کی کارکردگی ہے۔ جبکہ کچھ سیاستدان ایسے ہوتے ہیں جب عہدوں پر آتے ہیں، طاقت اور نفوذ حاصل کرتے ہیں تب اپنے خاص لوگوں کو نوازتے ہیں۔ اس شخص کی طرح جس نے مدینے میں علیؑ کے گھر آگ لگا دی تھی۔ علیؑ تو اپنے ساتھ مقداد، ابوذر اور عمار کو رکھتے تھے جبکہ وہ کن لوگوں کو لے کر آیا؟! ہمیں ایسے سیاستدان چاہیے جو اس سرزمین پر ابراہیم ہادی جیسے گوہر تابناک کی تربیت کرے۔

جو لوگ سیر و تفریح کے شوقین ہیں ان سے بھی گذارش کروں گا یہ کتاب پڑھ لیں تاکہ وہ جان لیں کتاب کے ذریعہ بھی سیر و تفریح ہو سکتی ہے۔ بہترین وقت گذارا جا سکتا ہے۔

یہ کتاب کسی ایسے شخص کے بارے میں نہیں ہے جو خشک زاہد یا انقلابی ہو۔ اس کتاب کے چند

صفحے پڑھنے سے آپ متوجہ ہوں گے شہید ہادی ایسے بالکل نہ تھے۔ اس کتاب کو پڑھ کر آپ ایک معقول انسان کو قریب سے مشاہدہ کریں گے۔ مجھے یقین ہے، وہ لوگ جو ہمارے دین کو بھی نہیں مانتے، ہمارے دین سے متعلق کچھ نہیں جانتے، اگر وہ ابراہیم ہادی کو جان لیں یقیناً ہمارے دین و مذہب کا احترام کریں گے اور کہیں گے: "تم لوگ بڑے خوش قسمت ہو۔"

ماں کے نام

(شہید کے بھائی)

جس وقت ابراہیم ابھی اس دنیا میں نہیں آئے تھے ہم کرایہ دار تھے اور کئی گھر بدل چکے تھے۔ اس وقت کے عام لوگوں کی طرح زندگی میں کوئی خاص سکون نہ تھا۔ مجھے یاد ہے ایک مدت تک ہم شہید عجب گل روڈ پر خیابان مشہد کے نزدیک کرایے کے گھر میں رہتے تھے۔ گھر کی مالکن ایک نیک باتقویٰ خاتون تھیں۔ وہ قرآن سکھاتی اور خواتین کی نشستوں میں تقریر کیا کرتی تھیں۔

ہماری ماں کا اخلاق، جس دوران ہم اس گھر میں مقیم تھے، بہت معنوی بن چکا تھا۔ وہ قرآن اور دعاؤں کی قرائت کو بہت زیادہ اہمیت دیتی تھیں۔ ہماری ماں انتہائی مومنہ خاتون تھیں، لیکن ان سالوں میں ان کی معنویت میں اور اضافہ ہوا۔

دن گذرتے گئے یہاں تک کہ 21 اپریل 1957 یعنی ٹھیک 21 رمضان المبارک کی رات اسی گھر میں ابراہیم کی ولادت ہوئی۔ میرے والدین ابراہیم سے بہت پیار کرتے تھے۔ بہت زیادہ پیارا بچہ تھا جس سے پیار کرنے کا سب کا دل کرے۔ جتنا وقت گذرتا جاتا تھا ابراہیم کی محبت فیملی کے افراد میں بڑھتی ہی گئی۔ سب اس سے محبت کرتے تھے چونکہ وہ اسی لائق تھا۔

ہمارے والد اکثر کہا کرتے تھے: میرے سارے بچے پیارے ہیں لیکن مجھے ابراہیم سے ایک

خاص محبت ہے۔ آپ لوگ نہیں جانتے میں اپنی نماز شب میں دل کی گہرائی سے ابراہیم کے لیے دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالی اسے دنیا اور آخرت میں سربلند کرے۔

والدہ کی بھی لگ بھگ یہی حالت تھی۔ ابراہیم سے ماں کا تعلق ایسا تھا کہ ابراہیم کی ہر بات مانتی تھیں۔ البتہ ہماری ماں دنیا دیکھی ہوئی ایک سمجھدار خاتون تھیں۔ ہماری فیملی یا ہمسایے میں کوئی بھی مشکل پیش آئے وہ اس کے حل کے لیے ہمارے گھر کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ہمارا گھر حقیقی معنوں میں ایک عدالت کا منظر پیش کرتا تھا اور اس میں قاضی ہماری والدہ ہوتی تھیں۔

جب بھی کوئی اپنی مشکلات بتاتا تو ہماری والدہ اس کا بہترین راہ حل پیش کرتیں۔ ان کی ہمیشہ کوشش ہوتی تھی کہ جوانوں کی زندگی میں کوئی خلل نہ آئے۔ میں نے بہت سارے ایسے خاندان دیکھے جو ہماری والدہ کی نصیحتوں کی وجہ سے بکھرنے سے بچ گئے۔

ابراہیم بھی والدہ سے کچھ کم نہ تھا۔ ماں کی باتوں اور نصیحتوں کو اس نے سنا ہوا تھا۔ کئی دفعہ فیملی کے معاملات میں اس نے مداخلت کی۔ میں اعتراض کرتے ہوئے اس سے کہتا تھا: "یہ سارے لوگ تم سے بڑے ہیں۔ تمہاری ابھی شادی بھی نہیں ہوئی۔ کیوں ان معاملات میں ٹانگ اڑاتے ہو؟" لیکن وہ ان معاملات کو بخوبی سلجھاتا تھا۔

ہمارے ہمسایے میں موجود ایک لڑکے نے ایک تاجر کی بیٹی سے شادی کی۔ دلہن کا باپ ابراہیم کے دوستوں میں سے تھا۔ ابھی شادی کو کچھ ہی مدت گذری تھی کہ ان کے گھر سے لڑنے جھگڑنے کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ معاملات یہاں تک پہنچے کہ ایک دن گلی میں میاں بیوی آپس میں لڑ پڑے۔ کچھ لوگ

درمیان میں آئے اوران سب کا متفقہ فیصلہ تھا کہ اب ان کو ایک دوسرے سے جدا ہونا چاہیے۔اب ایک دوسرے سے بن نہیں سکتی۔

وہ دونوں ایک دوسرے سے الگ زندگی گذارنے لگے۔ایک دن ابراہیم اس لڑکی کے شوہر کے پاس گیا۔محلے میں سب لوگ ابراہیم کو ایک مومن پہلوان کے عنوان سے جانتے تھے۔ابراہیم کی چونکہ لڑکی کے والد سے دوستی تھی چاہتے تھے کسی طرح یہ ازدواجی زندگی بچ جائے۔ہمارے گھر کے ساتھ سیڑھیوں پر وہ دونوں بیٹھے اورابراہیم نے کئی گھنٹے اس سے بات کی۔اگرچہ اس لڑکے کی عمر ابراہیم سے زیادہ تھی لیکن وہ آرام سے بیٹھ کر ابراہیم کی باتیں سن رہا تھا۔آخرکار ابراہیم گھر واپس آیا اور سیدھا ماں کی طرف گیا۔ماں کو اس نے ساری تفصیلات سنائیں۔

ابراہیم نے والدہ سے پوچھا:اب کیا کہنا چاہیے؟ یہ لڑکا تو میری بات مان رہا ہے۔

والدہ نے ابراہیم کو وہ ساری باتیں بتائیں جو اس لڑکے سے مزید کہنی چاہیے تھیں۔

اس کے بعد ابراہیم کے اصرار پر ہماری والدہ اس لڑکی کے گھر گئیں۔کئی نشستوں میں انہوں نے باتیں کیں۔ہماری والدہ جیسا کہتی گئیں ابراہیم اس پر عمل کرتا گیا۔داماد بھی چونکہ ابراہیم کی باتوں کو قبول کرتا تھا اس نے بھی ساری باتوں پر عمل کیا۔

اگرچہ بہت سارے لوگوں نے ابراہیم کو اس کام سے منع کیا تھا لیکن آخرکار ابراہیم کا خلوص نتیجے تک پہنچ گیا۔میاں بیوی دوبارہ ایک ساتھ زندگی گذارنے لگے۔کچھ سالوں بعد جب ابراہیم محاذِ جنگ پر مشغول تھا اس فیملی کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی۔آج اس واقعے کو چالیس سال گذر چکے ہیں اور وہ لوگ

خوشحال زندگی گذار رہے ہیں۔ان کے پوتے پوتیاں بھی ہیں۔

وہ لوگ اپنی ساری زندگی کو ابراہیم کی کاوشوں کا ثمر جانتے ہیں۔ ابراہیم کا یہ کام حضرت امیرالمومنینؑ کے اس نورانی کلام کا مصداق ہے جب آپ نہج البلاغہ کے مکتوب ۴۷ میں فرماتے ہیں:

"لوگوں کے درمیان صلح کروانا سالوں کی مستحب نمازوں اورروزوں سے افضل ہے۔"

ابراہیم محاذ پر تھا اور والدہ ہمیشہ کی طرح پریشان۔جب کبھی ابراہیم چھٹیاں گزارنے گھر آتا والدہ بہت زیادہ خوشحال ہوتیں اوراس کی خدمت میں مصروف ہوجاتیں۔شاید یہی وجہ تھی کہ ابراہیم کی جدائی کے داغ نے والدہ کو چلنے پھرنے سے معذور کر دیا۔جس وقت ابراہیم کی شہادت کی خبر آئی اور ابراہیم کے جنازے کی کہیں سے کوئی خبر نہ ملی تب ماں کی حالت نہیں دیکھی جاتی تھی۔حاج حسین اللہ کرم کچھ فوجی جوانوں کے ساتھ ہمارے گھر آئے اور ابراہیم کی شہادت کی قطعی خبر سنائی۔۔۔لیکن۔۔۔ہر روز کوئی آتا اور نئی خبر سنا جاتا۔کوئی کہتا:ان کی آواز ہم نے عراقی ریڈیو سے خود سنی ہے۔وہ زندہ ہے۔دوسرا آکر کہتا:ابراہیم شہید ہوئے ہیں۔سپاہیوں نے انہیں دیکھا ہے۔۔۔یہاں تک کہ اس کے لیے قل کی مجلس بھی رکھی گئی۔اس مجلس کے فوراً بعد،جب ہماری والدہ ذہنی طور پر قبول کرچکی تھیں کہ ابراہیم شہید ہو چکے ہیں،ایک شخص آیا اور اس نے ابراہیم کے زندہ ہونے کی خبر سنائی۔اس شخص نے کہا:میں چاہتا ہوں جن کی مدد لوں تاکہ جن آئینے میں آکر بتادے کہ ابراہیم زندہ ہیں یا نہیں؟ اگلے روز اس نے خوشی خوشی آکر والدہ کو خوشخبری سنائی کہ جنات کے مطابق ابراہیم زندہ ہے۔

اس طرح کی باتیں،شہادت کی خبر سے بڑھ کر،والدہ کو دکھ اوراذیت پہنچاتی تھیں۔غم اندر ہی اندر

ان کو کھائے جا رہا تھا۔ ابراہیم کی تصویر کے سامنے بیٹھ کر زار زار گریہ کرتی تھیں۔ جب عراقی زندانوں میں موجود قیدی واپس آئے اور ابراہیم کی کوئی خبر نہ ہوئی تب ان کے دکھ میں اور اضافہ ہوا اور ان کی حالت مزید خراب ہوگئی۔

ان کی حالت یہاں تک پہنچی کہ فریج تک جاتی تھیں اور اس میں سے برف نکال کر کھاتی تھیں۔ کہتی تھیں: میرا دل جلتا ہے شاید اس طرح کچھ آرام آجائے۔

نومبر 1993 کے دن تھے۔ میں والدہ کے گھر گیا تو دیکھا کہ ان کے دل میں شدید درد ہے۔ میں اصرار کر کے ان کو ہسپتال لے گیا۔ انہیں ایمرجنسی وارڈ میں شفٹ کیا گیا۔ ڈاکٹر نے معاینہ کے بعد کہا ان کی حالت بہت خراب ہے۔ میں وارڈ کے باہر بیٹھا رہا۔ میں منتظر تھا ڈاکٹر ان کو چھٹی دیں گے اور میں گھر ساتھ لے جاؤں گا۔ اس سے پہلے بھی چند بار اس طرح کا واقعہ پیش آچکا تھا۔

تقریبا دو گھنٹے بعد ڈاکٹر میرے پاس آیا اور فوراً سے کہہ دیا: تسلیت عرض کرتے ہیں۔

میری آنکھیں گویا باہر کو آرہی تھیں۔ میں نے کہا: کیا؟ کیا آپ درست کہہ رہے ہیں؟ میری ماں کی حالت اتنی بھی خراب نہ تھی۔ میں فوراً ان کے بستر کی طرف دوڑا۔ وہ آرام اور سکون کے ساتھ سو رہی تھیں۔ وہ ابراہیم کی جدائی کو مزید برداشت نہیں کر سکتی تھیں سو اپنے بیٹے سے جا ملیں۔

بندۂ خدا

[عباس ہادی (برادر شہید)]

ہمارا چھوٹا سا گھر شہید عجب گل روڈ پر، تجلی نام کی بند گلی میں واقع تھا۔ کرایے کے گھروں میں ایک عرصہ گزارنے کے بعد والدین نے یہ گھر خریدا اور کرایے کے گھروں سے ہماری جان چھوٹی۔ ہم جب اس گھر میں تھے ابراہیم نے والد اور بھائی کے ساتھ مل کر پرانے کھیلوں کی تمرین شروع کی۔ اسی گھر میں ابراہیم انجمن کی محفلیں برگزار کرتا تھا۔ وہ محلے کے بہت سارے جوانوں کو اس انجمن کی طرف کھینچ لایا۔ ہمارے گھر میں دو ہی کمرے تھے جن میں سے ایک کا دروازہ دوسرے میں کھلتا تھا۔ گھر میں زیادہ کھلی جگہ نہ تھی۔ اس کے باوجود اس گھر میں اکثر مجالس و محافل برگزار ہوتی تھیں۔

ہمارے والد کی عادت تھی گھر کے دروازے کے باہر ایک بلب جلاتے تھے تا کہ باہر کی تنگ و تاریک گلی رات کو روشن رہے۔ اگرچہ ہفتے میں ایک بار یہ بلب چوری ہو جاتا تھا۔! اسی طرح والد صاحب کہا کرتے تھے: صبح سے شام تک گھر کا اصلی دروازہ کھول کر رکھو تا کہ ہمسایوں میں سے کسی کو کوئی چیز چاہیے ہو تو وہ آسانی سے گھر آسکے۔

ایک رات کا واقعہ ہے کہ ہمارے گھر کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور ہم سب گھر والے دسترخوان پر بیٹھے رات کا کھانا کھانے میں مشغول تھے۔ جب کھانا ختم ہوا، دسترخوان جمع کیا گیا، اچانک ایک شخص اندر داخل ہوا اور اس نے کہا: یا اللہ۔۔۔ والدہ نے فوراً اپنی چادر ٹھیک کی، والد صاحب نے، جو کمرے کے کونے میں

سماور کے پاس بیٹھے تھے، آواز دی: تشریف لائیے۔

میں نے پوچھا: بابا کون ہے؟

کہا: بندۂ خدا ہے۔ نہیں معلوم کون ہے؟

وہ شخص صحن تک آیا اور اس نے سلام کیا۔ جب کمرے کے پاس پہنچا اس نے کہا: مجلس ختم ہوگئی؟

والد صاحب نے کہا: تشریف لائیے، بیٹھیے، میں آپ کے لیے چائے ڈالتا ہوں۔

وہ بے چارہ واقعاً سمجھ رہا تھا کہ ابھی مجلس ختم ہوئی ہے۔ اسی جگہ والد صاحب کے ساتھ بیٹھ گئے اور چائے پینے لگے۔ جب اس کی نظر ہمارے ٹراوزرز اور والدہ کی رنگین چادر پر پڑی سب کچھ سمجھ گیا۔

بہت زیادہ شرمندہ لگ رہا تھا لیکن والد محترم ان کے ساتھ انتہائی خوش اخلاقی سے پیش آئے۔

جلدی سے انہوں نے چائے ختم کی پھر معذرت خواہی کرتے ہوئے چلے گئے۔

ابراہیم نے پوچھا: بابا جان آپ انہیں جانتے تھے؟

کہا: نہیں بیٹا۔ آج توفیق حاصل ہوئی، ایک بندۂ خدا ہمارے گھر آیا اور عشقِ امام حسین علیہ السلام میں اس نے ایک پیالی چائے کی پی لی۔

اگرچہ اقتصادی حوالے سے ہمارے والد کی حالت اتنی اچھی نہیں تھی لیکن ان کا دل وسیع اور ہاتھ کھلا تھا۔ جہاں تک ممکن ہوتا امام حسین علیہ السلام کے نام پر خرچ کرتے۔ انہوں نے اپنے آپ کو ہیئت حضرت علی اصغر علیہ السلام کے نام وقف کیا ہوا تھا۔

اس نیک اخلاق اور صفات کی وجہ سے اللہ تعالی نے انہیں نیک اور صالح بیٹوں سے نوازا تھا۔

ابراہیم ہائی اسکول کے ابتدائی سالوں میں تھا کہ اسے باپ کی جدائی اور یتیمی کا روگ سہنا پڑا۔ ہمارے والد کی عمر اس وقت 60 سال تھی۔ انہوں نے ایک بابرکت عمر پائی اور 1974ء میں وفات پا گئے۔

شهادت میری آرزو کا ایک چھوٹا سا حصه هے ۔میں چاهتا هوں که میری کوئی نشانی باقی نه رهے ۔

میں اپنے بے کفن امام حسینؑ کی طرح ٹکڑے ٹکڑے هونا چاهتا هوں کیونکه مادر سادات حضرت سیده فاطمه زهرا سلام الله علیها کی قبر نهیں هے ۔لهٰذا میں بهی قبر نهیں چاهتا ۔

(دلوں کے هادی)

والیبال

(مہدی محمدی)

میں ہائی اسکول کے پہلے سال میں تھا۔ ہمارے اسکول کا نام کریم خان زند ہائی اسکول تھا۔ اسکول میں ہر قسم کے طالب علم تھے جن کی عمریں بھی مختلف تھیں۔ مجھے یاد ہے کچھ طالب علم ڈرائیونگ بھی کرتے تھے اور اسکول ٹائم کے بعد گاڑی چلاتے تھے۔ بعض جرائم اور منشیات میں بھی ملوث تھے۔

اسکول میں دوست بناتے ہوئے میں ڈرتا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالی نے اپنے ایک خاص بندے کو میری زندگی میں شامل کیا۔ پھر اپنی پوری زندگی میں اس جیسا دوسرا نہیں دیکھا۔ ایک دن کھیل کے اوقات میں سینئرز کے ساتھ والیبال کھیلنے میں مشغول تھا۔ میری پوری کوشش تھی اپنی استعداد اور صلاحیت کوچ کے سامنے آشکار کروں تا کہ وہ اسکول کی ٹیم کے لیے میرا بھی انتخاب کرے لیکن سینئرز کے قد اور ہیکل کی وجہ سے ہم جیسوں کے لیے ٹیم میں کوئی جگہ نہیں بن پاتی تھی۔

ایک دن کلاس کے اندر کھیل کے استاد نے منتخب کھلاڑیوں کا اعلان کیا۔ میں دکھی تھا چونکہ میرا نام شامل نہیں کیا گیا تھا۔ ابراہیم والیبال ٹیم کے مشہور کھلاڑی تھے۔ انہوں نے مجھے اس حالت میں دیکھا تو کہا: " آج بعد از ظہر یاد رکھنا، صدری کلب میں پریکٹس کے لیے آجانا۔"

میں نے کہا: میرا انتخاب نہیں ہوا۔

انہوں نے کہا: تمہیں اس سے مطلب نہیں ہے۔ پریکٹس کے لیے آجانا۔

ابراہیم نے خود کھیل کے استاد سے بات کی اور میری توانائیوں کی تعریف کی۔ ابراہیم کے اصرار پر میں پریکٹس کے لیے چلا گیا۔

بہت سارے لوگ میرا مذاق اڑا رہے تھے چونکہ میں ان سے عمر میں چھوٹا تھا اور ان کی جگہ کھیل رہا تھا جبکہ ابراہیم کھیل کے دوران مسلسل مجھے "پاس" دے رہے تھے اور میری تعریف کر رہے تھے۔

اگلے دن اسکول میں کھیل کے پیریڈ میں، میں ابراہیم کے پاس چلا گیا۔ وہ واحد شخص تھے جو مجھ سے اچھے انداز میں پیش آتے تھے۔ میرے ساتھ انہوں نے بات کی۔ ان کے ساتھ دوستی مجھے لذت بخش محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے دیکھا کے اسکول کے سارے طالب علم ابراہیم کا احترام کرتے ہیں۔ ان کی شخصیت ہی ایسی تھی کہ اسکول کے اساتید بھی ان کے ساتھ احترام سے پیش آتے تھے۔

اگلے روز جب میں سکول سے پریکٹس کے لیے جانا چاہ رہا تھا ابراہیم نے مجھ سے چند باتیں کیں۔ انہوں نے کہا: " آغا مہدی، کھیل کا ماحول معنوی ماحول ہے۔ کوشش کریں اپنے سارے کام یہاں تک کہ ورزش صرف خدا کے لیے ہو۔ اگر نماز نہیں پڑھی یا غسل واجب ہے تو پہلے جاؤ، پاک و پاکیزہ ہو اور پھر۔۔۔"

میں نے کہا: نہیں آغا ابراہیم۔ میں نے صبح کی نماز پڑھی ہے۔ میں خود ان مسائل کی طرف متوجہ ہوں۔ تمرین کے بعد نماز پڑھوں گا۔

ابراہیم نے کہا: "پس نماز ظہر بھی اول وقت پڑھنے کی کوشش کرو۔ بلکہ یوں کرو کل سے تمرین کے

لیے جانے سے پہلے مسجد چلتے ہیں اور باجماعت نماز پڑھتے ہیں۔"

میں نے بات قبول کی۔ ان کی شخصیت میرے نزدیک اتنی محبوب تھی کہ وہ جو بھی کہتے تھے میں قبول کرتا تھا۔ ابراہیم کے ساتھ میری دوستی روز بروز بڑھتی چلی گئی۔ میں اس بات پر خوش تھا کہ ہمارے اسکول کے محبوب ترین طالب علم سے میری دوستی ہوگئی تھی۔ وہ کھیل اور ورزش کے دوران غیر محسوس طریقے سے مجھے نصیحت کرتے تھے۔ کہتے تھے: "کس کے ساتھ دوستی کرنی ہے اس حوالے سے احتیاط کرو۔ احتیاط کرو تمہاری گردن پر کسی کا حق نہ ہو۔ کسی پر بھی ظلم نہ کرو۔۔۔"

کچھ عرصے بعد میں کلب کے اندر پریکٹس میں مشغول تھا۔ کچھ معروف کھلاڑی وہاں آئے۔ والیبال اور فٹبال کے مشہور کھلاڑی علی پروین بھی ان میں تھے۔ بہت سارے دوسرے لوگ بھی ان کو دیکھنے گراونڈ میں جمع تھے۔ نہیں معلوم کسی نے ان کی موجودگی میں وہاں ابراہیم کی تعریف کی۔ ان سے کہا آپ تین اکیلے ابراہیم کے ساتھ مقابلہ کر سکتے ہیں؟ وہ لوگ مان گئے۔ ایک طرف ابراہیم تنہا، دوسری طرف یہ تین مشہور کھلاڑی۔ جو لوگ والیبال دیکھنے آئے تھے سب ابراہیم کی ہمت بڑھا رہے تھے۔

گراونڈ میں عجیب شور وغل بپا تھا۔ آخر کار ابراہیم نے ان تینوں کو شکست دی۔ مجھے یاد ہے علی پروین نے تعجب کے ساتھ ابراہیم کی طرف دیکھا۔ دن گزرتے گئے یہاں تک کہ ایک دن اسکول میں ابراہیم نے مجھ سے کہا: "آجاؤ، میرے ساتھ ایک ایک کا مقابلہ ہو جائے؟!"

کھیل شروع ہوا۔ کلاس کے سارے طالب علم گراونڈ کے گرد جمع تھے۔ ابراہیم اپنے معمول سے ہٹ کر ایسے "سرویس" مار رہا تھا کہ میں آسانی سے اٹھا سکوں۔ میری بھی کوشش تھی اپنی پوری صلاحیت

دکھاؤں اگرچہ میں جانتا تھا وہ اکیلے کئی کھلاڑیوں پر بھاری ہے۔ اس روز، میں ابراہیم سے جیت گیا۔ حقیقت یہ تھی کہ ابراہیم جان بوجھ کر ہارا تھا۔ اپنے ہم جماعتیوں کے سامنے میرا سر فخر سے بلند ہوا۔ اس جیت کی لذت آج بھی محسوس کرتا ہوں جبکہ ابراہیم اس بات پر خوش تھا کہ میں خوش ہوں۔

> **خوش بختی کا مطلب یہ ھے کہ تم محسوس کرو کہ شھداء تمھیں دیکھ رھے ھیں اور تم انکے احترام میں گناھوں سے دور رھو۔**
>
> **(دلوں کے ھادی)**

جھگڑا

(سید محسن مرتضوی)

ہمارے محلے کے جوانوں کی حالت روز بروز بگڑتی جا رہی تھی۔ ہر روز میں مغرب کے وقت جوانوں کے مختلف گروہوں کو شراب خانوں کی طرف جاتے ہوئے دیکھتا تھا۔تہران کے جنوبی علاقے میں اس طرح کے فساد کے مراکز کی تعداد میں آئے روز اضافہ ہو رہا تھا جبکہ اہل دین و ایمان کی تعداد میں کمی آ رہی تھی۔ یہ نشے کے عادی مست جوان متدین لوگوں کو تنگ کرتے تھے۔

ستر کی دہائی میں اس طرح کی صورت حال ہمارے محلے میں بھی تھی۔ میری پرورش ایک دینی گھرانے میں ہوئی تھی لیکن اس طرح کے جوانوں کو محلے میں دیکھتا رہتا تھا۔ مجھے خوف تھا کہ فساد کا یہ سیلاب مجھے بھی بہا لے جائے گا۔

ایک عرصے سے میں نے حاج حسن نجار کے اکھاڑے میں جانا شروع کیا ہوا تھا۔ کچھ جسم وغیرہ بھی بنا لیا تھا۔ ایک روز ہمیں پتہ چلا کہ ہماری گلی کے کونے میں کچھ جوان راہ چلتی خواتین کو تنگ کرتے ہیں۔ اپنے کچھ دوستوں جیسے مہدی حسن قمی، سید جواد مجد پور وغیرہ کے ساتھ ہم ان جوانوں کی طرف چل پڑے تاکہ ان کو صحیح طرح سبق سکھائیں۔ مہدی کا قد اور جسم اگرچہ چھوٹا تھا لیکن اس نے ایک قمہ ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا اور مسلسل بلند آواز سے پکار رہا تھا۔ ابھی صحیح طرح ہماری لڑائی شروع نہیں ہوئی تھی کہ چند لوگوں نے آ کر

ہمارے درمیان صلح کرا دی۔

انہی کے درمیان میں نے ابراہیم ہادی کو پہلی بار دیکھا۔ ابراہیم پہلے سے مہدی کے دوست تھے اور مجھے بھی جانتے تھے لیکن میری ان سے ملاقات نہیں تھی۔ اس لڑائی کے بعد ہماری گلی کے ان لڑکوں کے ساتھ دوستی ہو گئی۔ ابراہیم نے لڑائی ختم کرانے کے بعد میری طرف رخ کیا اور پوچھا: "آپ کی مصروفیات کیا ہیں؟ فارغ اوقات میں کیا کرتے ہیں؟" میں نے کہا: "دن کو بازار میں کام کرتا ہوں اور رات کو اکھاڑے جایا کرتا ہوں۔ اگر چاہتے ہیں تو آپ بھی آ جائیے۔ یہاں سے نزدیک، سڑک کے اس پار، مسجد سلمان کے ساتھ۔ حاج حسن نجار کا اکھاڑا۔" ابراہیم نے بات قبول کی اور کہا: "ان شاء اللہ رات کو خدمت میں پہنچوں گا۔"

رات کو میں معمول سے پہلے چلا گیا اور تیار ہوا۔ ورزش کے اس ماحول میں نیا آیا تھا۔ اپنے آپ سے کہا: "جب ابراہیم آئے تو اسے پتہ چلے گا کہ میں ورزش میں ماہر ہوں۔ اس لڑائی میں بھی میں سب کے چھکے چھڑا سکتا ہوں۔۔۔"

تمرین شروع ہوئی اور کچھ دیر بعد ابراہیم اپنے دوستوں کے ہمراہ پہنچ گئے۔ ان کے قدم رکھتے ہی حاج حسن اپنی جگہ سے بلند ہوئے اور کہا: "خوش آمدید۔ آغا ابراہیم ہادی، پہلوان! خوش آمدید۔ کیسے آج اس طرف؟!۔۔۔"

میں حیران ہوا۔ میں چاہتا تھا ابراہیم کے سامنے اپنی صلاحیت منواؤں لیکن وہ خود سب سے زیادہ مہارت رکھتا تھا۔

اس رات میں نے دوستوں سے سنا کہ ابراہیم اس وقت استاد شیر گیر کے اکھاڑے کے بہترین کشتی لڑنے والوں میں سے ایک ہیں۔ بہر حال میں اپنی جگہ بہت شرمندہ ہوا۔ مجھے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ اس دن کی لڑائی کے بعد میری اور ابراہیم کی ایسی دوستی بنے گی۔ کچھ مدت بعد ہمارے دن رات ایک ساتھ گذرنے لگے۔ ابراہیم میری پوری زندگی بن چکا تھا۔

ابراہیم مجھ سے دو سال بڑے تھے۔ ایک بڑے کی طرح ان کی پوری توجہ مجھ جیسوں پر تھی کہ میں کہاں جاتا ہوں؟ کس سے ملتا ہوں؟

جرات کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں ایک مذہبی گھرانے میں پلا بڑھا ہوں لیکن اگر ابراہیم ہمارا خیال نہ رکھتے تب نہیں معلوم ہمارا انجام کیا ہونا تھا؟ مجھے یقین ہے اگر اللہ تعالی نے ابراہیم کو ہماری زندگی میں شامل نہ کیا ہوتا تب اس دور کے جوان جس فساد میں مبتلا تھے وہ ہمیں بھی نابود کر دیتا۔

مزید وضاحت کر دینا چاہتا ہوں۔ ابراہیم جیسے جوان نے اس دوران اپنا پورا وجود مجھ جیسوں کی ہدایت کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ ہم صبح سے عصر تک بازار میں کام کرتے تھے۔ مغرب کی نماز مسجد میں پڑھتے تھے اور پھر ابراہیم اور چند دیگر دوستوں کے ساتھ اکھاڑے جایا کرتے تھے۔ بعض اوقات رات بارہ بجے تک ورزش میں مشغول ہوتے تھے۔ جب گھر واپس آتے تھکاوٹ کے مارے فوراً سو جاتے۔ اس طرح محلے کے خراب لڑکوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کا وقت ہی نہیں ملتا تھا۔

ابراہیم نے مجھ جیسوں کے تمام اوقات کو مشغول کر رکھا تھا۔ چھٹی والے دن مل کر ہائیکنگ کے لیے جاتے تھے۔ بعض اوقات امام زادہ داؤدؑ کی زیارت کے لیے پیدل چل پڑتے۔ وہ ہمارے لیے اخلاق

کا کامل نمونہ تھے۔ ان کی نصیحتیں اب بھی ذہن کو چھو رہی ہیں۔ وہ اس حوالے سے گفتگو کرتے رہتے تھے کہ ایک جوان کو کیسا ہونا چاہیے۔!

وہ کتنے خوبصورت دن تھے۔ اللہ تعالی نے زندگی کے بدترین دنوں میں اپنے بہترین بندوں سے مجھے ملایا۔ ابراہیم ہادی، حاج حسین نجار جیسے لوگ۔۔۔

دن گذرتے گئے۔ ہم شب و روز ابراہیم کے ساتھ تھے۔ وہ ہمیں جوان مردی کا درس دیتے تھے۔ ابراہیم کی دوستی نے ہمیں مسجد اور اول وقت کی نماز کا پابند بنایا۔ یہ سب اس زمانے کی بات ہے جب بہت سارے لوگ مسجد اور انجمن جانے والے جوانوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔

انجمنِ وحدت اسلامی کی بنیاد پڑی۔ ابراہیم اس میں مداحی کیا کرتے تھے۔ انہوں نے ہمیں اہل بیت کرامؑ سے جوڑا۔ آہستہ آہستہ جوانوں میں انقلابی روح بیدار ہوئی۔ امام راحلؒ کی مسیحائی سانسیں بہت سوں کو خدا اور معنویات کی طرف کھینچ لائیں۔ جبکہ ابراہیم کی بات ہی الگ تھی۔ وہ انقلاب سے پہلے ہی ایک مومن اور حزب الٰہی جوان تھے۔ معنویات کے علاوہ ابراہیم نے ہمیں دوسروں سے ملنے کے آداب اور طریقے بھی سکھائے۔

مجھے یاد ہے مشیریہ کے علاقے میں ایک اکھاڑہ تھا جسے ایک ستر سالہ بزرگ چلاتے تھے۔ ایک رات دوستوں نے کہا آج ورزش کے لیے اس اکھاڑے میں جاتے ہیں۔ ہم چند موٹر سائکلوں پر سوار ہوئے اور وہاں چلے گئے۔ ہمیں توقع تھی کہ باقی اکھاڑوں کی طرح وہ بھی ہمارے ساتھ گرم جوشی سے پیش آئیں گے، لیکن وہاں معاملہ برعکس تھا۔ ہمیں وہاں ورزش کرنے کی اجازت ہی نہیں ملی۔

ہمارے کچھ ساتھیوں نے باہر نکلتے وقت کچھ بے ادبی کی۔ کچھ نے کہا: "چلیں واپس چلتے ہیں اور ان کے ساتھ لڑتے ہیں۔" لیکن ابراہیم نے بلند آواز سے کہا: "یہ کس طرح کی باتیں ہیں؟ کوئی واپس گیا تو میں اسے دیکھ لوں گا۔!"

اگلے روز مشیریہ کے اکھاڑے کے مالک کو بازار میں دیکھا۔ میں نے سلام کے بعد گزشتہ رات پیش آنے والے واقعے پر معذرت کی۔

بوڑھے مرد نے کہا: " کوئی بات نہیں۔ کوئی مسئلہ نہیں۔ تمہارے سب دوستوں نے بے ادبی کی سوائے اس جوان کے جس کی لمبی سی داڑھی تھی۔" اس کے بعد ابراہیم کی خوب تعریفیں کی۔

ابراہیم کی شہادت کے کئی سال بعد میرا اسی اکھاڑے جانا ہوا۔ اس تاریخی اکھاڑے میں ابراہیم کی بڑی سی تصویر لگی ہوئی تھی۔۔۔

بزرگوں کے حالات

(امیر منجر)

ایک عرصے سے علماء اور بزرگان کے حالات کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ ان کے بعض حالات اور واقعات ہمارے لیے انتہائی خوبصورت اور جذاب ہیں۔ اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ میں اپنی زندگی میں ایک ایسے بزرگ کے ساتھ رہ چکا ہوں جن میں ان سارے حالات کا میں نے انتہائی قریب سے مشاہدہ کیا ہے۔

ہمارا گھر ابراہیم کے گھر سے کچھ ہی فاصلے پر تھا۔ میں اور ابراہیم ہم عمر تھے۔ ہماری مائیں آپس میں رشتہ دار بھی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ بچپن سے ہمارا ایک دوسرے کے گھر آنا جانا کچھ زیادہ تھا۔ انقلاب کے ایام میں یہ آمدورفت کچھ بڑھ گئی لیکن دفاعِ مقدس کے دوران اپنی ذمہ داریوں کی وجہ سے بہت کم ابراہیم کے گھر جانا ہوا۔ اس دوران ابراہیم کے وجود کے فیض سے محروم ہی رہا۔

میں بہت سارے شہداء کا ساتھی تھا۔ دفاع مقدس کے بہت سارے سرداروں کی زندگی انتہائی قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ ایک مدت تک شہید محمد بروجردی کے ساتھ کام کیا۔ میں جرات کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ابراہیم کی زندگی ان سب سے مختلف تھی۔ وہ ایک الگ ہی انسان تھے۔

انقلاب کے آغاز کے ساتھ بہت سارے لوگوں کے وجود میں بھی انقلاب آیا اور وہ دیندار بن گئے۔ لیکن ابراہیم انقلاب سے پہلے بھی ایک خاص معنوی شخصیت تھے۔ وہ نہ صرف مستحبات اور مکروہات کی

رعایت کرتے تھے بلکہ ان کی معنوی لطیف روح ایسی تھی کہ معاشرے کا کوئی بھی نیک فرد ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

ایک مثال پیش کرتا ہوں تا کہ آپ ان کی روح کی لطافت محسوس کریں۔ انقلاب سے پہلے کی بات ہے میں ابراہیم کے ساتھ کہیں جا رہا تھا۔ میدان خراسان کے ساتھ ہی فٹ پات پر ہم چل رہے تھے۔ ایک مرتبہ ابراہیم نے اپنی رفتار کم کی۔ میں نے پیچھے پلٹ کر پوچھا: کیا بات ہے؟ کیا ہمیں جلدی نہیں تھی؟

اسی طرح آہستہ چلتے چلتے میری طرف اشارہ کیا اور کہا: تھوڑا آہستہ چلو، اس شخص سے آگے نہیں ہونا۔

میں نے اس طرف نگاہ کی جس طرف ابراہیم نے اشارہ کیا تھا۔ ایک شخص ہم سے آگے راہ چل رہا تھا۔ معذور ہونے کی بنا پر وہ اپنا ایک پاؤں زمین پر کھینچتے ہوئے آہستہ آہستہ راستہ چل رہا تھا۔

ابراہیم نے کہا: اگر ہم تیز تیز چلتے ہوئے اس شخص سے آگے نکل گئے تو وہ محسوس کرے گا کہ ہماری طرح راستہ نہیں چل سکتا۔ تھوڑا آہستہ چلو تا کہ اسے محسوس نہ ہو۔

میں نے کہا: آغا ابراہیم، ہمیں آگے کام ہے، یہ کس طرح کی باتیں ہیں؟ جلدی چلیں۔ ہم اس گلی سے چلتے ہیں تا کہ معذور شخص کے آگے سے نہ گزرنا پڑے۔

ابراہیم نے بات قبول کی اور ہم ساتھ والی گلی سے نکل گئے۔

جب بھی اس واقعہ کو یاد کرتا ہوں تو اپنے آپ سے کہتا ہوں: ابراہیم کشتی کا ماہر پہلوان تھا۔ وہ اس قدر ماہر تھا کہ صرف تیس سیکنڈز میں ماہر ترین اپنے ہم وزن کشتی کے کھلاڑیوں کو زمین پر دے مارتا تھا۔

لیکن اسی انسان کا دل اس قدر نرم اور مہربان تھا کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی توجہ دیتا تھا۔

اس دن اگرچہ ہمیں جلدی تھی لیکن وہ اس بات پر راضی نہ تھا کہ ایک معذور کا دل ہماری وجہ سے ٹوٹے۔۔۔ اسے کوئی دکھ پہنچے۔

میں نے ابراہیم کو کبھی اپنی ذاتی خواہشات کے پیچھے بھاگتے نہیں دیکھا۔ اس کے ہاں لذت کی تعریف کچھ اور ہی تھی۔ اگر کسی کا دل خوش کرتے تو اس سے زیادہ وہ خود لذت محسوس کرتے، جیسے امیر المومنینؑ کی حدیث ہے: "پست انسان کھانا کھا کر لذت محسوس کرتا ہے جبکہ کریم انسان دوسروں کو کھلا کر لذت حاصل کرتا ہے۔" ابراہیم کے ہاتھ میں اگر پیسے ہوتے تب وہ دوسروں کی ضرور مدد کرتے تھے۔ اپنے لیے سب سے کم پر قانع ہوتے لیکن جہاں تک ممکن ہوتا دوسروں کی مدد کرتے۔

ہمارے محلے کے اطراف میں ایک بوڑھے شخص کی دکان تھی جنہیں ہم عمو عزّت کہتے تھے۔ وہ قدیم پہلوانوں میں سے تھے۔ جب بھی ہم ان کی دکان پر جاتے وہ پرانی پہلوانی کے قصے ہمیں سناتے۔ ابرہیم کو کچھ بھی خریدنا ہوان کی دکان پر جا کر خریدتے۔ ہمیں بھی اپنے ساتھ لے جاتے تا کہ یہ بزرگ کچھ کما لیں۔ ایک مدت بعد عمو عزت کی دکان بند ہو گئی۔ ہم نہیں جانتے تھے وہ کہاں چلے گئے ہیں؟ زندہ بھی ہیں یا نہیں؟ البتہ یہ باتیں میرے لیے اتنی اہم بھی نہیں تھیں۔

ایک دن ہم خیابان رَی کے پاس سے موٹر سائیکل پر گزر رہے تھے۔ ابراہیم نے آواز دی:

"امیر، رکو۔"

میں نے فوراً بائک روک دی اور پوچھا: کیا ہوا؟

ابراہیم جلدی سے نیچے اترے اور فٹ پات کی طرف چلے گئے۔ پھر خوشی خوشی میری طرف واپس آئے اور کہا: امیر ادھر آؤ، عمو عزّت یہاں ہیں۔

میں بھی چلا گیا۔ عمو عزت سڑک کنارے ایک وزن والا ترازو لیے بیٹھے تھے تاکہ لوگوں کے وزن بتائیں اور کچھ پیسے کمائیں۔

ابراہیم پاس چلے گئے اور کہا: کہاں ہو پہلوان؟! آپ کی دکان کیوں بند ہے؟

عمو عزت نے ایک آہ بھری اور کہا: زمانے نے دکان ہم سے چھین لی۔ انسان اب کس پر اعتماد کرے؟ اپنا بیٹا اگر دکان لے اور پھر بیچ دے۔۔۔ انسان کیا کرے؟

انہوں نے اپنی بات جاری رکھی: ایک مدت تک میں بے کار تھا۔ پھر ایک دکان دار نے مجھے یہ ترازو خرید کر دیا تاکہ کچھ پیسے کمالوں۔ اب اپنے گھر بھی نہیں جاتا تاکہ میری نظر بیٹے پر نہ پڑے۔ بیٹی کا گھر یہیں قریب میں ہے، اس کی طرف جاتا ہوں۔

ابراہیم کو بہت افسوس ہوا۔ کہا: عمو آجائیں، آپ کو گھر تک پہنچاتے ہیں۔ شام ہونے والی ہے۔

ہم نے موٹر سائیکل پر عمو عزّت کو ان کی بیٹی کے گھر پہنچایا۔ ان کی بیٹی کی معاشی حالت خود ان سے بدتر تھی۔ تیس میٹر کے ایک گھر میں وہ لوگ رہ رہے تھے۔

ابراہیم نے مجھ سے پوچھا: تمہارے پاس کتنے پیسے ہیں؟ مجھے ابھی کچھ دن پہلے تنخواہ ملی تھی، سترہ سو تومان ابراہیم کو دیئے۔ انقلاب کے زمانے میں یہ ایک بڑی رقم تھی۔ اس نے سارے پیسے عمو عزّت کی جیب میں ڈال دیئے اور اس بابت معذرت بھی کی کہ ایک مدت تک ہم ان سے غافل رہے۔

واپسی پر میں سوچ رہا تھا کہ ابراہیم میں کتنا ایثار ہے؟! کتنی آسانی کے ساتھ دنیا اور اس کی آسائشوں سے منہ موڑ لیتے ہیں؟! کسی انسان کو خوش کرنا ان کے نزدیک کتنی اہمیت رکھتا ہے!

ایک عرصے بعد ابراہیم نے ادھار کے وہ پیسے مجھے واپس کر دیے۔

ابراہیم نے اپنی ایک ماہ کی مکمل کمائی عمو عزّت کو دی تھی۔ اس کے لیے یہ بات کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی کہ اتنے پیسوں کے لیے اسے ایک ماہ تک مسلسل بازار میں سختی کے ساتھ کام کرنا پڑے گا۔

ان کے یہ کام امیر المومنینؑ کی اس بات کی یاد تازہ کرتے ہیں جب آپ نے اپنے ساتھی عثمان بن حُنیف کے بارے میں فرمایا تھا: "راہِ خدا میں میرا ایک بھائی تھا۔ وہ میری نظر میں اس لیے عظیم تھا چونکہ دنیا اس کی نظر میں حقیر تھی۔" یہ کلام ابراہیم کے لیے راہنما اصول کی حیثیت رکھتا تھا۔ وہ بڑے عظیم انسان تھے چونکہ دنیا اور اس کی آسائشیں ان کی نظر میں انتہائی حقیر تھیں۔

سید الشہداء علیہ السلام کی طرف ہدایت

(سید علی شجاعی)

جوانی کے ایام ہم نے ساتھ گزارے۔ اس وقت ابراہیم بازار میں کام کرتا تھا۔ عصر کے وقت بھی ہم ساتھ ہی رہتے تھے اور اکھٹے مسجد جاتے تھے۔ ایک روز میں نے ابراہیم سے کہا: تم نے غور کیا محلے کے جوان بہت خراب ہوگئے ہیں؟ اکثر جوان غلط کاموں کی طرف جا رہے ہیں۔ ابراہیم نے سر ہلا کر میری بات کی تائید کی اور کہا: ہم ایک کام کرتے ہیں۔ ایک انجمن بناتے ہیں جہاں سارے جوانوں کو اکھٹا کرتے ہیں۔

چند اور دوستوں سے بھی ہم نے بات کی اور پھر انجمن کی بنیاد رکھی گئی۔ شروع کی مجالس منگل کے روز ابراہیم کے گھر کوچہ تجلی میں برگزار ہوئیں۔ یہ ایک چھوٹا سا گھر تھا جس کے دو کمرے تھے، ایک کمرے کا دروازہ دوسرے میں کھلتا تھا۔ ایک چھوٹا سا صحن بھی تھا۔ ابراہیم کے دادا دروازے کے پاس بیٹھ جاتے تھے اور چائے کا انتظام کرتے تھے۔ ایک مقرر ہوتا تھا اور اس کے بعد میں اور ابراہیم مدّاحی کرتے تھے۔

کم عمری کے باوجود ابراہیم کی مداحی بہت اچھی تھی۔ اشعار اور مرثیے پڑھتا اور خوب آنسو بہاتا تھا۔ دوسرے لوگ بھی اس معنوی حالت سے انتہائی متاثر ہوتے۔ مجلس کے بعد ابراہیم دوستوں کے لیے نیاز کا اہتمام کرتا تھا۔ آہستہ آہستہ کچھ وہ جوان بھی ان مجالس میں شرکت کرنے لگے جو غلط

کاموں کی طرف جا چکے تھے۔

انجمن کی عمر ابھی تین ماہ تھی جب اس کا نام "انجمن جوانان مہدویون" رکھا گیا۔ شرکت کرنے والوں کی تعداد بڑھتی چلی گئی۔ اب ابراہیم کے گھر مزید افراد کے لیے گنجائش نہ تھی۔ مستقل شرکت کرنے والوں کی تعداد چالیس تک پہنچ چکی تھی۔

مختلف دوستوں کے گھر انجمن کی مجالس برگزار ہونے لگیں۔ سب دوست ابراہیم کو انجمن کے بڑے کے طور پر قبول کرتے تھے۔ جب کوئی مقرر نہ ہوتا تب ابراہیم کچھ دیر کے لیے امام حسینؑ سے دوستی وغیرہ کے موضوعات پر گفتگو کرتا۔

انجمن کی یہ مجالس انتہائی اثر گذار تھیں۔ محلے کے بہت سارے جوان انہیں مجالس کی بدولت کام کرنے لگے یا ورزش کی طرف چلے گئے۔ ابراہیم کی کوشش تھی کسی طرح ان جوانوں کے پاس فارغ وقت نہ بچے۔ مجھے یاد ہے محلے کے انہی جوانوں میں سے کچھ ہمارے ساتھ مشہد زیارت کے لیے گئے۔ اس سفر میں ہم نے ابراہیم کو بہتر انداز میں پہچان لیا۔

حرم میں وہ سب کے لیے زیارت نامہ پڑھتا تھا۔ ایک مرتبہ جب واپس آیا تو دیکھا کہ اس کے محاسن آنسوؤں سے تر ہیں۔ امام رضاؑ کے حرم میں بھی ابراہیم کے عشقِ اہل بیتؑ کو قریب سے مشاہدہ کیا۔

دن گزرتے گئے اور انقلاب اسلامی کامیاب ہوا۔ وہ انجمن جس کی بنیاد ابراہیم نے رکھی تھی محلے کی ایک اور مشہور انجمن کے ساتھ مدغم ہوئی۔ انجمن کی مجالس اب بھی ہفتہ وار برگزار ہوتی ہیں۔

بہت سارے جوان جو اس زمانے میں خراب ماحول میں ڈھل چکے تھے خدا کی مدد اور ابراہیم کی

کاوشوں سے اس ماحول سے نکلنے میں کامیاب ہوئے۔بعض تو انتہائی متدین بن گئے۔ان میں سے کچھ دفاعِ مقدس کے دوران شہید ہوئے۔ابراہیم شہید ہوا لیکن اس کی یادگار انجمن باقی ہے۔دفاع مقدس کے ایام میں ایک مرتبہ ابراہیم کو خواب میں دیکھا۔وہ ایک خوبصورت باغ میں تھا اور اس کے اردگرد اس کے دوست اکھٹے تھے۔قریب جا کر سلام کیا۔میں پوچھنا چاہ رہا تھا کہ انجمن کی مجالس میں جانے کا کچھ فائدہ ہوا؟ میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ میرے نزدیک آیا اور کہا: سید علی، جس وقت میں شہید ہوا اور زمین پر گر پڑا امام حسین علیہ السلام تشریف لائے اور مجھے اپنے آغوش میں لیا۔۔۔"

بھترین اجر گمنامی میں ھے۔
وہ عمل جو خدا کی خوشنودی کے لئے کیا گیا ھو جسمیں گمنامی بھی شامل ھو ایسے اجر کو خدا کبھی ضائع نھیں کرتا۔
(دلوں کے ھادی)

حیاء

(حسین جہان بخش)

میں ہائی اسکول کے زمانے سے ہمیشہ ابراہیم کے ساتھ تھا۔ہم ورزش، مسجد اور انجمن کے لیے اکھٹے ہی جاتے تھے۔تمام دوستوں اور ہم عمر افراد کے لیے وہ عملی اخلاق کا بہترین نمونہ تھے۔میں دوسرے دوستوں کی باتوں کو تکرار نہیں کرنا چاہتا۔سب جانتے ہیں ابراہیم ایک مکمل انسان تھے۔لیکن میرے لیے یہ سوال تھا کہ ابراہیم ایک دم سے تبدیل کیسے ہوگئے؟ کیوں کر اخلاقی اور دینی مسائل میں باقی تمام دوستوں سے آگے نکل گئے؟

میں نے اس حوالے سے بہت سوچا۔ان کے والدین کا ان کی تربیت میں بہت زیادہ عمل دخل تھا۔لیکن اس کے علاوہ محلے کے ایک بزرگ کا بھی اس میں اہم کردار تھا۔ان کے گھر کے نزدیک میدان خراسان کے پاس ایک بزرگ رہتے تھے،ایک پہلوان، جن کا نام سید عباس تھا۔وہ اس زمانے کے ایک پڑھے لکھے ایتھلیٹ تھے۔ابراہیم سے بہت زیاہ محبت کرتے تھے۔جہاں جاتے ابراہیم کو اپنے ساتھ لے جاتے۔کہا کرتے تھے: میں اس بچے کی حیاء اور ادب کا عاشق ہوں۔

ان کا بہت سارے اکھاڑوں میں آنا جانا رہتا تھا۔سب ان کی عزت کرتے تھے۔میں بھی ابراہیم کے ساتھ سید عباس کی معیت میں کئی دفعہ ورزش کے لیے جا چکا ہوں۔راستے میں سید عباس ہمارے ساتھ گفتگو کرتے تھے۔غیر محسوس طریقے سے وہ ہمیں نصیحت کرتے تھے۔وہ انتہائی پڑھی لکھی اور دنیا دیکھی

شخصیت تھی۔ دنیا اور زندگی کی طرف ان کی نگاہ الٰہی نگاہ تھی۔ کسی بھی حکم کے بغیر اپنے نظریات ہمارے سامنے بیان کرتے تھے۔

خدا نے ابراہیم کے لیے ایک دلسوز استاد فراہم کیا تھا جو انتہائی دقت کے ساتھ زندگی کے امور میں ابراہیم نے انتہائی ادب کے ساتھ اس موضوع سے متعلق خود سید عباس سے پوچھ لیا۔ انہوں نے کہا: مجھ سے مطالبہ کیا گیا فوجی جوانوں کو ٹریننگ دوں۔ میں نے اس شرط کے ساتھ بات قبول کی کہ میں اپنی داڑھی چھوٹی نہیں کروں گا۔ نماز اول وقت میں پڑھوں گا اور دینی مسائل کے حوالے سے مجھے مکمل آزادی حاصل ہوگی۔

اگلے سال جب ابراہیم کشتی کی طرف راغب ہوئے تب سید عباس کی ایک سانحے میں وفات ہوگئی۔ وہ جب تک زندہ تھے ابراہیم کے لیے ایک بہترین راہنما تھے۔ اہم ترین مسائل میں سے ایک جس پر سید عباس کی تاکید تھی وہ حیاء کی بحث تھی۔ آپ کہا کرتے تھے: اگر کوئی باحیاء ہے تو اس کی سعادت اور خوش بختی کی امید ہے۔ لیکن بے حیاء انسان کا کوئی دین وایمان نہیں۔

ان کی باتوں کے زیر اثر ابراہیم ہمیشہ کھلے ڈھلے لباس پہنتے تھے۔ کبھی دوسروں کی موجودگی میں قمیض نہیں اتارتے تھے۔ ہم نے ابراہیم کو کھیلوں میں دیکھا ہوا تھا۔ والیبال، فوٹبال اور پینگ پانگ کے ماہر کھلاڑی تھے۔ لیکن یاد نہیں ابراہیم کو کبھی سوئمنگ پول میں دیکھا ہو۔ اس بات کا تعلق ابراہیم کی حیاء سے تھا۔ شاید وہ سوئمنگ پول جاتے ہوں لیکن دوستوں کے ہمراہ ہرگز نہیں جاتے تھے۔

کشتی کے لیے بھی ابراہیم ایسی شلوار کا انتخاب کرتے تھے جس کے پائنچے بلند ہوں۔ دوسروں کی

موجودگی میں کبھی شرٹ نہیں اتارتے تھے۔ عام طور پر گھر سے ہی کشتی والا لباس نیچے پہنتے تھے اور اکھاڑے پہنچ کر صرف اوپر کا لباس اتار لیتے تھے۔

حیاء کے یہ مناظر ابراہیم کی پوری زندگی میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ نامحرم کے مقابلے میں انتہائی زیادہ حیاء کے ساتھ پیش آتے تھے۔ ہم جب ابراہیم کے گھر جاتے ان کی بہن اور والدہ کے ساتھ کبھی نہ ملتے۔ ان کے گھر پر بھی حیاء کا یہی ماحول حاکم تھا۔

دوستوں کے انتخاب کے وقت بھی وہ حیاء کے عنصر کا خیال رکھتے۔ اگر دیکھتے کسی شخص میں حیاء کی کمی ہے اس کی اصلاح کی کوشش کرتے۔ میرا خیال ہے حیاء ہی کی وجہ سے ان کی خواہش تھی کہ ان کا جنازہ واپس نہ آئے۔ ایک شہید کے مراسمِ تدفین کے لے ہم بہشتِ زہراس گئے۔ وہاں شہید کے جسم کو غسل دیا جا رہا تھا اور لوگ اکٹھے ہو کر دیکھ رہے تھے۔

ابراہیم نے اس وقت کہا: "اللہ کرے ہمارے ساتھ ایسا نہ ہو۔ جو شخص غسل دے رہا ہے وہ اگر احتیاط نہ کرے لوگوں کے سامنے بہت برا لگے گا۔"

اس کے بعد کہا: "میں نے خدا سے دعا کی ہے سادات کی ماں حضرت زہراس کی طرح گمنام رہوں۔ میری خواہش ہے کہ مجھے غسل دینے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔"

ستارے کی مانند

(محمد اکبر دولابی)

ستر کی دہائی اور ہماری جوانی کے ایام تھے۔ میں لائٹنگ کا کام کرتا تھا۔ فارغ اوقات میں دوستوں کے ساتھ کبوتر بازی میں مصروف رہتا تھا۔ اس دوران ہماری عمر کے اکثر جوان یا گناہ اور فساد کی طرف مائل تھے یا اپنے کاموں میں مصروف رہتے تھے۔

میں اپنے کچھ دوستوں سے ملنے شام کو اکثر خیابانِ شہید عجب گل جایا کرتا تھا۔ وہاں کھیل کھیل میں اپنے ایک ہم عمر جوان سے آشنا ہوا جس کا اٹھنا بیٹھنا باقی سب سے مختلف تھا۔ وہ ہماری طرح گپ شپ کرنے والے اور ہنسانے والے تھے۔ مزاح بھی کرتے تھے لیکن کسی قسم کے گناہ کے کام کی طرف نہیں جاتے تھے۔ ان کا نام ابراہیم تھا۔ میں ان سے دوستی پر بہت خوش تھا۔ کشتی کے کھلاڑی اور انتہائی طاقتور تھے۔

اس دوران میرے بہت سارے دوست تھے جن میں سے بعض بعد میں شہداء کے قافلے سے ملحق ہو گئے۔ کم از کم پچاس شہیدوں کے ماضی اور حال کو انتہائی قریب سے دیکھا لیکن میں ہزاروں دلیلوں کی بنیاد پر کہہ سکتا ہوں کہ ابراہیم ان سب کے درمیان ستارے کی مانند چمکتے تھے۔ بطور مثال عرض کرتا ہوں:

ہم جمعہ کی شام اکھٹے ہوتے اور اسکول کے سامنے والے گراونڈ میں کھیلتے تھے۔ مزا بھی آتا تھا اور ہماری مصروفیت بھی بن جاتی تھی۔ ابراہیم ہمیں کھیل کی تشویق کرتے تھے تاکہ ہم غلط کاموں کی طرف نہ جائیں۔ ان کے وجود میں گناہ کے لیے کوئی راستہ نہ تھا۔ جب نماز کا وقت ہوتا وہ ہمیں ساتھ مسجد لے جاتے۔ مجھے یاد ہے وہ تہران میں حاج آقا کافی کی مجالس کی بہت تعریف کیا کرتے تھے۔ کہتے تھے: جمعہ کی صبح آجاؤ، دعائے ندبہ کے لیے مہدیہ چلتے ہیں۔ میں کہتا تھا: آپ کی ہمت ہے۔ ہم میں اتنی ہمت نہیں۔

ہمارے لیے ابراہیم کے ساتھ بیٹھنا انتہائی لذت بخش تھا۔ گپ شپ کرتے تھے اور خوب ہنستے تھے۔ ہفتے کے آخری دن جب مجھے اپنی کمائی ملتی تھی تمام دوستوں کو آئس کریم کھلاتا تھا۔ ایک مرتبہ ابراہیم نے غصے میں کہا: "اپنی زندگی میں کچھ نظم پیدا کرو۔ کیوں اپنی ساری کمائی فوراً خرچ کرتے ہو؟ کچھ بچت بھی کرلیا کرو۔"

ایک رات ہم اکھٹے مسجد موسی بن جعفرؑ چلے گئے۔ میں ابراہیم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ نماز کے دوران آنکھیں بند کی ہوئی تھیں۔ میں نے اعتراض کیا کہ اس طرح دورانِ نماز آنکھیں بند کرنا درست نہیں۔ ابراہیم نے کہا: "اگر اس طریقے سے نماز میں آپ کی توجہ بڑھ جاتی ہے تو کوئی مسئلہ نہیں۔ جب میں آنکھیں بند کرتا ہوں میری توجہ بڑھ جاتی ہے۔"

ابراہیم نہ صرف مجھے بلکہ محلے کے تمام جوانوں کو وقت دیتے تھے۔ ان میں سے بہت سارے دیندار اور صوم وصلوٰۃ کے پابند بنے۔ کچھ جوان اپنے کاموں میں اور کمائی میں لگ گئے۔ اس طرح وہ سارے برے کاموں سے بچ گئے۔ یہ سب ابراہیم کی برکت سے تھا۔ آپ یقین کریں ہماری محفل میں کوئی

بڑی عمر کا بھی ہوتا تو وہ ابراہیم کے احترام میں کوئی غلط بات کہہ ہی نہیں سکتا تھا۔ ان کا وجود ہر جگہ ہمیں خدا کی یاد دلاتا تھا۔ اسی لیے میرا یقین ہے کہ وہ ایک حقیقی مومن تھے چونکہ احادیث میں آیا ہے: "مومن وہ ہے جس کی زیارت تمہیں خدا کی یاد دلائے۔" ان کا ہر اخلاق اور ہر عمل ہمارے لیے درس تھا۔

اس زندگی میں وہ شخص کامیاب ھے جو دوسروں کے غصہ کرنے پر صابر رھے۔
(دلوں کے ھادی)

تھپڑ

(محمد اکبر دولابی)

ابراہیم کبھی بھی اپنے کاموں میں عدالت اور سچائی کے خلاف نہیں جاتے تھے۔ ہمارا ایک جھگڑالو قسم کا ہمسایہ تھا۔ وہ ابراہیم کے کلب میں ورزش کے لیے جاتا تھا۔ ایک دن کلب میں کسی سے لڑائی کی اور طرفِ مقابل کا ایک دانت توڑ دیا۔ اس نے ہمارے ہمسایے کے خلاف کیس کیا۔ عدالت میں، میں نے اس سے رضایت طلب کرنے کی کوشش کی لیکن وہ انکار کرتا رہا۔

ہمارے ہمسایہ نے مجھ سے کہا: "جلدی جاؤ اور ابراہیم کو بلا لاؤ۔" میں گیا اور ابراہیم کو ڈھونڈ لایا۔ کیس کرنے والا شخص اور ہمارا ہمسایہ دونوں ابراہیم کے احترام میں کھڑے ہو گئے۔ اس شخص نے قاضی سے کہا: "اگر ابراہیم ہادی کہتے ہیں تو میں رضایت دیتا ہوں۔ میں ان کا تابعدار ہوں۔" ہمسایہ یہ بات سن کر خوش ہوا اور ابراہیم سے کہا: "بھائی ابراہیم آپ ان سے رضایت طلب کریں۔" لیکن ابراہیم نے انتہائی متانت سے کہا: "نہیں، ہرگز رضایت نہیں دینا، اس شخص کو یہ بات سمجھ آنی چاہیے کہ ہر بات پر لڑنا جھگڑنا ٹھیک نہیں ہوتا۔" سب کے اصرار کے باوجود ابراہیم راضی نہ ہوئے۔ ہمارے ہمسایے کو زندان لے جایا گیا۔ اگلے دن ابراہیم نے کہا: "اب جاؤ اور رضایت دو، اسے کچھ ادب سکھانا ضروری تھا۔"

ایک اور واقعہ جو چالیس سال بعد بھی میرا دل جلاتا اور مجھے رلاتا ہے وہ تھپڑ والا واقعہ ہے۔ ایک روز میرا کام پر جانے کا دل نہیں کر رہا تھا۔ میں ابراہیم کی طرف چلا گیا۔ ان سے باتیں شروع ہوئیں۔ ان

کے ساتھ بیٹھنا بھی ہمیں بہت اچھا لگتا تھا۔ان کی باتیں اور نصیحتیں بہت اثر گزار ہوتی تھیں۔انسان کو اپنی زندگی میں امید نظر آنا شروع ہو جاتی تھی۔ایک گھنٹہ گزر گیا۔میرے کام کے استاد، جو ہمارے دور کے رشتہ دار بھی تھے،موٹر سائیکل پر سوار ہمارے پاس آئے اور غصے سے بولنے لگے: "اب تمہاری جرات بڑھ گئی ہے۔کام کے بجائے دوستوں سے گپ شپ میں مصروف ہو؟!" موٹر سے اتر کر ہماری طرف آئے۔وہ ابراہیم کو نہیں جانتے تھے۔ایک زوردار تھپڑ ابراہیم کو مارا اور مجھے کھینچتے ہوئے اپنے ساتھ کام پر لے گئے۔

انہوں نے جب ابراہیم کو مارا مجھے لگا جیسے میرے دل کے ٹکڑے ہو گئے ہوں۔میرے استاد کوئی برے انسان نہیں تھے لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ ابراہیم کس قدر ہماری تربیت کے لیے وقت دیتے ہیں۔

ابراہیم اپنے توانا بدن کے ساتھ بڑی آسانی سے جواب دے سکتے تھے اور انہیں سبق سکھا سکتے تھے،لیکن ابراہیم نے کوئی ردعمل نہیں دکھایا۔اس واقعے کے بعد بھی میں کئی بار ابراہیم سے ملا اور ان سے باتیں کیں۔۔۔لیکن ابراہیم نے کبھی اس واقعے کا دوبارہ تذکرہ نہیں کیا۔اسی وجہ سے میری شرمندگی بڑھتی چلی گئی،ہاں لیکن ابراہیم پر میرا اعتماد بھی بڑھتا گیا۔

نصیحت

(شہید کے ایک دوست)

جب ہم دوست ابراہیم کے ساتھ اکھٹے ہوتے تب وہ ہمیشہ قدیم پہلوانی کے قصے ہمیں سناتے تھے۔ان کے اخلاق، ایمان اور توکل سے متعلق ابراہیم کو اچھے خاصے قصے یاد تھے۔ہم چند جوان تھے اور سب ابراہیم کے عاشق۔اس زمانے میں جوانوں میں بے راہ روی بہت بڑھ گئی تھی۔اخلاقی بیماریاں بھی بہت زیادہ پھیلی ہوئی تھیں۔

ایک دفعہ ابراہیم نے کہا: "قدیم زمانے کے پہلوان درخت کے ساتھ کشتی لڑتے تھے۔! وہ لوگ اس قدر طاقتور ہوتے تھے کہ درخت اپنی جگہ سے ہل جاتا تھا۔"

ہم ان کی باتوں میں محو تھے اور وہ بولتے جا رہے تھے: "اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ شادی سے پہلے کسی قسم کی شہوت کے پیچھے نہیں بھاگتے تھے۔۔۔جب انسان غلط کاموں کی طرف جاتا ہے تب اس کا بدن بھی کمزور ہو جاتا ہے۔"

وہ ہمیں نصیحت کرتے تھے کہ اپنے فارغ اوقات کو کسی کام یا ورزش سے پر کریں۔شادی سے پہلے کسی نامحرم سے میل ملاقات اور بات چیت سے بچ کے رہو ورنہ آہستہ آہستہ نابودی کی طرف بڑھتے چلے جاؤ گے۔

وقت گزرتا گیا۔ 1976 کا سال تھا۔ محلے کی ایک لڑکی کے ساتھ میری دوستی ہوگئی۔ تب میری عمر 17 سال تھی۔ ایک مرتبہ گلی میں اسی لڑکی کے ساتھ میں باتیں کرنے میں مصروف تھا۔ میں باتوں میں اتنا مگن ہو چکا تھا کہ اپنے اطراف سے مکمل بے خبر ہو گیا۔ ایک دم گلی کی دوسری طرف ابراہیم کو دیکھا جو ہماری طرف ہی آ رہے تھے۔ میرے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ اب فرار کا کوئی راستہ نہ تھا۔ وہ ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ میں اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ ابراہیم نے سلام کیا اور سر نیچے کر کے وہاں سے گزر گئے۔ میں نے سلام کا جواب دیا۔ میرے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ ابراہیم رکے نہیں۔ بغیر کوئی بات کیے گلی سے آگے گزر گئے۔

میں پریشان ہو گیا۔ اگر وہیں گلی میں وہ مجھے مارتے تب شاید اتنی پریشانی نہ ہوتی۔ میرے والدین کو اس بات کا پتہ چل جاتا تب مجھے اتنی پریشانی نہ ہوتی جتنی اب ابراہیم کو پتہ چلنے پر تھی۔ وہ میرے بہترین دوست تھے۔ دن رات ہم ساتھ ہوتے تھے۔ کشتی اور والیبال میں میرے استاد تھے۔ میرے پاس جو کچھ تھا ابراہیم کی وجہ سے تھا۔

اس رات میں نہیں سو سکا۔ کل جب ابراہیم مجھے دیکھے گا تو میں کیا جواب دوں گا؟ اگر وہ مجھ سے منہ موڑ لے تب میں کیا کروں گا؟۔۔۔ اس طرح کی سوچیں مجھے پاگل کر رہی تھیں۔ وہ رات بہت طولانی لگی اور بڑی مشکل سے کٹی۔ صبح سویرے میں ابراہیم کے گھر چلا گیا۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ وہ خود دروازے پر آئے، ہمیشہ کی طرح سلام کیا اور گرم جوشی سے ملے۔ گویا کچھ بھی نہ ہوا ہو۔

میں نے واقعہ سے متعلق کوئی بات نہ کی۔ ابراہیم نے بھی کچھ نہیں کہا۔ چپ چاپ بیٹھے رہے۔

کچھ مدت جب گزری میں برداشت نہ کر سکا۔

میں نے کہا: "بھائی ابراہیم! کچھ تو کہیں۔ چلیں مجھے تھپڑ ماریں۔ جو کہنا ہے کہہ دیں۔ میرے اوپر چیخیں۔ میری ملامت کریں کہ آپ کی اتنی نصیحتوں کے باوجود۔۔۔"

ابراہیم نے ایسے برتاؤ کیا کہ جیسے نہ کچھ دیکھا ہو اور نہ ہی کچھ سنا ہو۔ کہا: کس حوالے سے بات کر رہے ہو؟

میں نے کہا: "کل والی بات۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا میں اس لڑکی کے ساتھ۔۔۔"

میری بات کاٹ کر ابراہیم بولے: "یہ کس طرح کی باتیں کر رہے ہو؟ میں کیوں تمہیں ماروں یا تمہارے سامنے چیخوں۔ شاید تم اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتے ہو۔ مجھے اس کام میں مانع نہیں بننا چاہیے۔" پھر کچھ دیر ٹھہر کر بولے: "تم اب بھی میرے جگری دوست ہو۔"

میں تعجب سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ خدا حافظی کی اور گھر لوٹ آیا۔ بہت زیادہ سوچا۔ ابراہیم کے اس سلوک میں بہت زیادہ درس تھا۔ اس روز گھنٹوں تک سوچتا رہا اور پھر رات کو میں نے فیصلہ لیا۔

اگلے دن میں اس لڑکی کے پاس چلا گیا اور اس سے کہا: "دیکھیے اکثر لڑکے جو لڑکیوں سے دوستی لگاتے ہیں وہ آگے جا کر شادی کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ وہ ممکن ہے شیطانی سوچ رکھتے ہوں۔ اس طرح کی لڑکیوں کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔" پھر چند لوگوں کی مثال بھی دی جن کی زندگی اسی وجہ سے تباہ ہوئی تھی۔

اس کے بعد میں نے کہا: "تم اگر ایک اچھی زندگی چاہتی ہو اس طرح کی چیزوں کے پیچھے مت بھاگو۔ جن لڑکیوں کی شادی سے پہلے کسی لڑکے سے دوستی ہو شادی کے بعد ان کی ازدواجی زندگی ضرور متاثر

ہوتی ہے۔"

اس کے بعد میں نے خدا حافظ کہا اور واپس آ گیا۔ میں اس دوستی کو ہمیشہ کے لیے اور مکمل طور پر چھوڑ چکا تھا۔ وہاں سے نکل کر سیدھا ابراہیم کے پاس گیا اور ساری کہانی انہیں سنا دی۔

میں نے کہا: "میں اس لڑکی سے ہر قسم کے تعلقات رکھ سکتا تھا لیکن میں نے جا کر ساری حقیقت اس کے سامنے رکھ دی ہے۔ ہمیشہ کے لیے اسے چھوڑ کر آیا ہوں۔ جب تک خدا کی مدد شاملِ حال رہے دوبارہ ان مسائل میں نہیں پڑوں گا۔" ابراہیم نے اپنی خاموشی توڑتے ہوئے کہا: "جاؤ، جا کر اپنے ماں باپ کے حق میں دعا کرو۔ اگر تمہاری ماں کا حلال دودھ اور باپ کا حلال رزق نہ ہوتا تو تم ہرگز یہ کام نہ کر سکتے۔"

همسفر ایسا هونا چاهیئے جو تمهیں خدا تک لے جائے ۔ورنه بادلوں تک راسته اتنا مشکل نهیں،اکیلے بهی جایاجاسکتاهے۔

اپنے همسفر کے انتخاب میں دقت سے کام لیں،آپ کا حدف آسمان نهیں خداهونا چاهیئے۔جب تک آپ کے همسفر سے شهادت کی خوشبونه آئے کربلائی نهیں بن سکتے۔

(دلوں کے هادی)

اخلاق

(امیر منجر)

ہمارے محلے میں ایک دلاور مجاہد رہتے تھے جن کا نام (شہید) عبداللہ مسگر تھا۔ ابراہیم کی ان سے دلی عقیدت تھی۔ ابراہیم کی وہ تصویر جس میں انہوں نے فوجی لباس پہنا ہوا ہے، کتاب کی جلد پر بھی یہی تصویر نظر آئے گی، وہ اسی مجاہد کا لباس ہے جو ابراہیم نے پہنا ہوا ہے۔ ابراہیم نے اس مجاہد کا لباس تبرّک کے طور پر پہنا اور پھر تصویر کھنچوائی۔

ایک دفعہ ہم کام میں مصروف تھے۔ ابراہیم نے فون کیا اور کہا: "امیر، آج رات شہید عبداللہ مسگر کے لیے فاتحہ خوانی کی مجلس ہے۔ آپ بھی تشریف لائیں گے؟" میں نے کہا: "ان شاء اللہ، آؤں گا۔" ابراہیم آگے سے بولے: "اور ہاں مجھے تم سے ایک کام بھی ہے۔"

مجلس کے بعد ابراہیم نے مجھے آواز دی اور میں گلی میں چلا گیا۔ محلے کے کچھ جوان اور ابراہیم کے کچھ دوسرے دوست بھی وہاں جمع تھے۔ ابراہیم نے سب سے میرا تعارف کرایا اور پھر بولے: "اسکول کے ماحول اور حالات کے پیشِ نظر ہمارے ان دوستوں کے ذہن میں کچھ شبہات اور سوالات ہیں۔ آیت اللہ بہشتی کے بارے میں یہ کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔ میں نے سوچا اس حوالے سے آپ کی معلومات زیادہ ہیں لہٰذا آپ گفتگو کریں۔"

میں نے بات شروع کی اور کئی گھنٹے ان کے سامنے دلیلوں کے ساتھ بات کی یہاں تک کے ان کے ذہن سے وہ شبہات ختم ہو گئے۔

گھر واپسی پر میں انتہائی خوشی محسوس کر رہا تھا۔ مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ چند جوانوں کی فکری مشکلات کو حل کرنے میں کامیاب ہوا ہوں۔ جبکہ ابراہیم مجھ سے بھی زیادہ خوش لگ رہے تھے۔ انہوں نے میرا شکریہ ادا کیا۔ بتانے لگے: "آپ کو اندازہ نہیں آپ نے کتنی بڑی مدد کی ہے۔ میں جتنی بھی گفتگو کرتا چونکہ میرے ساتھ کام کرنے والے دوست ہیں لہٰذا زیادہ اثر نہ ہوتا۔ آپ نے ایک اور انداز میں اچھی دلیلوں سے بات کی۔"

اگلے دن ابراہیم نے مجھ سے کہا: "امیر آپ کے پاس وقت ہے۔ ساتھ خیابان امیر خسرو تک چلیں؟!"

میں نے کہا: "ٹھیک ہے۔ چلتے ہیں۔"

ہم موٹر سائیکل پر سوار چل پڑے۔ ناصر خسرو میں ایک دکان کے پاس ہم رکے۔ ابراہیم دوکان کے اندر چلے گئے اور اپنے خاص اخلاق کے ساتھ دکاندار سے باتیں کرنے لگے۔ میں دوکان کے باہر کھڑا تھا لیکن دیکھ رہا تھا ابراہیم انتہائی ادب کے ساتھ گفتگو کر رہے ہیں۔ کچھ دیر بعد ابراہیم دوکاندار کے ساتھ دکان سے باہر نکل آئے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے خدا حافظی کی اور ابراہیم میری طرف واپس آ گئے۔

واپسی پر میں نے پوچھ لیا: "یہاں کوئی خاص بات تھی؟"

ابراہیم نے کہا: "ایک بندۂ خدا کل محلے میں میرے پاس آیا۔ اس نے کہا کہ وہ ناصر خسرو میں

ایک دکان پر کام کرتا ہے۔ اس کا مالک اسے مزدوری نہیں دے رہا بلکہ الٹا اسے کام سے نکال دیا ہے۔ میں نے دکان کا ایڈریس لیا اور سوچا اس کے مالک سے بات کر کے دیکھ لوں۔ شاید اس کی مشکل حل ہو جائے۔"

میں نے کہا: "ابراہیم آپ بے کار تو نہیں بیٹھے۔ چھوڑیں اس طرح کے کام۔"

ابراہیم بول پڑے: "انسان کے لیے جو کچھ کرنا ممکن ہو خلقِ خدا کے لیے انجام دینا چاہیے۔ میں نے ابھی اس کے مالک سے بات کی ہے اور کوشش کی ہے خوش اخلاقی سے معاملہ حل ہو۔ الحمد للہ خدا نے بھی مدد کی اور اس بندۂ خدا کی مشکل حل ہو گئی۔"

امام کاظم علیہ السلام نے کتنا پیارا جملہ فرمایا ہے: "تمہاری عبادت کی قبولیت کی نشانی یہ ہے کہ اپنے دینی بھائی کی ضروریات پوری کرو اور اپنی توانائی کے مطابق ان کی مدد کرو۔ ورنہ تمہارا کوئی بھی عمل قبول نہیں ہو گا۔"

گھروں میں زیادہ تر لڑائیاں اور مشکلات کی وجہ تحمل اور بردباری میں کمی ھے۔ دنیا اتنی قیمتی نہیں ھے کہ اسے اتنی اھمیت دی جائے۔ اگر انسان اس دنیا میں خدا کے لئے کوئی کام انجام دے سکتا ھے صرف وہ قیمتی ھے۔

(دلوں کے ھادی)

دوستی

(امیر منجر)

ابراہیم نے اپنے وجود سے ہر چیز کو الگ کر رکھا تھا سوائے انسانیت کے۔ وہ واقعی انسان تھے۔ ایک ایسا انسان جو خدا کی بندگی کو صرف عبادت میں منحصر نہیں جانتا تھا بلکہ خدا کے ہر حکم کی اطاعت کو فرض سمجھتا تھا۔

وہ خدا کے حکم کی اطاعت میں کسی مشکل یا سختی سے نہیں ڈرتے تھے۔ بہت سارے دوستوں کو دیکھا ہے جو اپنے ساتھیوں کی وجہ سے خدا کے راستے سے دور ہوگئے۔ دوستوں کے زیر اثر خدا کے احکام کو پاؤں تلے روندتے چلے گئے۔۔اس بات کی طرف قرآن نے بھی اشارہ کیا ہے جہاں اہلِ جہنم کہتے ہیں: "کاش میں فلاں شخص کو اپنا دوست نہ بناتا۔" پس بعض لوگ اپنے دوستوں کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے۔

لیکن ابراہیم کی دوستی تمام دوستوں کی ہدایت کا سامان فراہم کرتی تھی۔ ابراہیم کا دوسروں سے فرق یہ تھا کہ محلے کے تمام افراد کے لیے، خصوصا جوانوں کے لیے، ان کا دل مسلسل تڑپتا تھا۔ لوگوں کی ہدایت ان کے نزدیک انتہائی اہمیت رکھتی تھی۔ اگر کسی بھی شخص کی ہدایت ممکن ہوتی وہ اس کے لیے ہر ممکنہ طریقے سے کوشش کرتے۔ کوئی بھی شخص گمراہی کی راستے پر چل پڑتا تو اسے اس کے حال پر نہیں چھوڑتے

تھے۔ اپنی کوشش بڑھاتے تاکہ اسے ہدایت کے راستے پر واپس لایا جاسکے۔

میرے لیے یہ بات دلچسپ تھی کہ ابراہیم کیسے جوانوں کو اپنا دوست بنا لیتے ہیں۔ مثلا رات کو محلے کے چند جوان گلی کے کونے میں جمع ہوجاتے، آگ جلاتے اور زور زور سے ہنس رہے ہوتے۔ ان کے شور کی وجہ سے محلے والے تنگ تھے۔ ایسا ہوتا رہا یہاں تک کہ ایک رات ابراہیم ان کے پاس چلے گئے، مسکراتے ہوئے سلام کیا اور ان سے ہاتھ ملایا۔ ان میں سے ایک ابراہیم کو جانتا تھا۔ اس نے باقیوں کو ابراہیم کے بارے میں بتایا۔ ابراہیم بھی ان کے ساتھ باتوں میں مشغول ہوگئے۔

دیکھتے ہی دیکھتے ان کے ساتھ ابراہیم کی دوستی ہوگئی۔ باتوں باتوں میں کہہ دیا کہ ابھی رات کا آخری پہر ہے، لوگ آرام کر رہے ہوں گے لہذا ہمیں آہستہ بات کرنی چاہیے۔ اگلی راتوں میں اور اس طرح کی باتیں انہیں سمجھائیں۔۔۔ انہوں نے اپنی کوشش جاری رکھی یہاں تک کہ ان لوگوں نے گلی کے کونے میں جمع ہونا چھوڑ دیا۔ اس حوالے سے ابراہیم بہت کامیاب تھے۔ اس کے بعد بھی اپنی کوشش جاری رکھی یہاں تک کہ ان جوانوں کو مسجد تک لے آئے۔

ان کے کچھ دوستوں کا رویہ کچھ عجیب سا تھا۔ مذہبی لوگوں کے ساتھ ان کا اٹھنا بیٹھنا کم تھا۔ ابراہیم نے انقلاب کے بعد ہر ممکن کوشش کی تاکہ کسی طرح ان کو کھینچ کر مذہبی اجتماعات تک لے آئیں، لیکن ایسا ممکن نہ ہوا۔ بعد میں ان افراد میں تبدیلی آئی۔ اب یہ چاہتے تھے کسی طرح محاذِ جنگ پر جائیں لیکن ان کی تائید کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

ابراہیم نے ان سے بات کی۔ محاذِ جنگ پر جانے اور دین و وطن کے دفاع کے حوالے سے ان کی

تشویق کی۔انہیں سمجھایا کہ پہلے کی نسبت اور زیادہ دین کا پابند بننے کی ضرورت ہے۔پھر ابراہیم خود ان کے ضامن بن گئے اور ان کی تائید کی۔ابراہیم کی اس کوشش کی وجہ سے یہ جوان زمانہ جنگ کے بہترین سپاہی اور بعد میں بہترین کمانڈرز بن گئے۔

جن دنوں ابرہیم اکھاڑے آیا کرتے تھے انہیں دنوں ایک مرتبہ کچھ جاہل لوگ آپس میں لڑ پڑے۔اس جھگڑے میں بہت سارے دوست آپس میں الجھ پڑے یہاں تک کہ ایک دوسرے کے خلاف چھریاں نکل آئیں۔

کچھ دنوں بعد ابراہیم نے ایک بڑی دعوت کا اہتمام کیا، بڑی مقدار میں چلو کباب کا انتظام کیا اور دوستوں کے درمیان صلح کا پروگرام بنایا۔ان کی بھرپور کوششوں سے آخر کار دوستوں میں صلح ہوگئی۔

ابراہیم کی ان کاوشوں کے ثمرات بعد میں نظر آنے لگے۔بعض وہ احباب جنہوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے اس دوران ابراہیم اور حاج حسن نجار کو بہت زیادہ دکھ پہنچایا تھا بعد میں ان کا شمار محلے کے نیک اور مومن لوگوں میں ہونے لگا۔یہ لوگ اب بھی ہمارے محلے میں ہیں اور اپنی ہدایت کو ابراہیم کی مرہونِ منت سمجھتے ہیں۔

ابراہیم کے بھائی بیان کرتے ہیں: ہمارے محلے کے دو جوان جو آپس میں بھائی تھے نشے کی لعنت میں مبتلا ہوگئے۔ان کا کوئی رشتہ دار وغیرہ بھی نہیں تھا اسی وجہ سے وہ اس دلدل میں پھنسے تھے۔ابراہیم نے بہت زیادہ کوششیں کیں اور آخر کار ان کا نشہ چھڑانے میں کامیاب ہوگئے۔

انقلاب کی کامیابی کے بعد ابراہیم نے ان کے لیے کام ڈھونڈ کر دیا۔جب جنگ شروع ہوئی

ابراہیم انہیں محاذ پر لے گئے۔میں نے اعتراض کیا کہ ان کو محاذ پر کیوں لے کر گئے؟ ابراہیم نے جواب دیا: "یہ دونوں جوان محاذ کے بہترین سپاہیوں میں سے ہیں۔انہوں نے نشہ چھوڑ دیا ہے۔اب ان کو تنہا نہیں چھوڑنا چاہیے چونکہ ان کا کوئی دوسرا نہیں ہے۔"

ابراہیم نے اپنی بات جاری رکھی: "میں نے اپنے دوستوں کی ذمہ داری لگائی ہے کہ اگر میں شہید ہو جاؤں تو وہ لوگ ان کا خیال رکھیں۔ان کی صلاحیتوں سے استفادہ کریں۔ان کو تنہا نہ چھوڑیں چونکہ ممکن ہے دوبارہ نشے کی طرف چلے جائیں۔"

ابراہیم شہید ہوئے۔یہ دونوں بھائی محاذ سے واپس آئے۔ایک دن ہمارے گھر آئے اور گھنٹوں ابراہیم کے فراق میں گریہ کیا۔انہوں نے اعتراف کیا کہ آج اگر وہ زندہ ہیں اور درست راستے پر ہیں تو یہ سب ابراہیم کی وجہ سے ہے۔

جہالت اور ہدایت

(امیر منجر)

ابراہیم ہادی اپنے دوستوں کے لیے بہت زیادہ دلسوزی کا اظہار کرتے، خاص طور پر ان کے لیے جو زمانِ طاغوت کی جہالت میں غرق تھے۔ قومی اور علاقائی تعصب کی بنا پر محلے کے بعض ان پڑھ کھلاڑی کھیل کے دوران ہر چھوٹی بڑی لڑائی میں فوراً چاقو نکالتے تھے۔

ابراہیم کا محمد کے نام سے ایک دوست تھا۔ اس کی فیملی اور اس کا رہن سہن محلے کے باقی گھرانوں سے کچھ الگ تھا۔ وہ کھیلوں میں کئی بار ابراہیم کے ساتھ شریک رہ چکا تھا یہاں تک کہ حاج حسن نجار کے اکھاڑے بھی آچکا تھا۔ ان کا شمار ابو مسلم نامی جم خانے کے کامیاب کھلاڑیوں میں ہوتا تھا۔ اس کی ابراہیم کے ساتھ دوستی تھی، ان تمام دوستوں کی طرح جن میں سے اکثر صرف ایک ملاقات پر ابراہیم کے دوست بن گئے تھے۔

محمد کھیل کے مقابلوں میں کامیابی حاصل کرتا رہا یہاں تک کہ نیشنل لیول کے مقابلوں کے لیے اسے کینیڈا بھیجا گیا۔ سفر پر جانے سے پہلے، ابراہیم کی دعوت پر، حاج حسن کے اکھاڑے آیا۔ ہم اپنی تمرین کے بعد، میں اور علی نصر اللہ بھی، اکھاڑے چلے گئے۔ جونہی اندر داخل ہونا چاہ رہے تھے ابراہیم کی آواز بلند ہوتے ہوئے سنائی دی۔ وہ چیخ رہے تھے: "مجھے مارو، لیکن محمد کو کچھ مت کہو، وہ ہمارے مہمان ہیں۔۔۔"

ہم جونہی اندر پہنچے تب ہم نے دیکھا کہ اسی جاہل جماعت کے چند لوگ چاقو ہاتھ میں لئے حملہ آور ہیں۔

محمد نے ابراہیم کی پشت پر پناہ لی ہوئی ہے اور ابراہیم غصے میں چیخ رہے ہیں۔۔

میں نے اندر جاتے ہی ان میں سے ایک کو پکڑ لیا اور اس کے ہاتھ سے چاقو لے لیا۔ علی نصر اللہ نے دوسرے کو قابو میں کیا۔ تیسرا شخص ابراہیم کے حملے سے زمین پر گر گیا۔ وہ لوگ پٹنے کے بعد وہاں سے بھاگ گئے۔

محمد نے ابراہیم سے خدا حافظی کی اور چلا گیا۔ اس سال محمد نے بین الاقوامی مقابلوں میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ اس کے بعد وہ کھیل میں مسلسل ترقی کرتا رہا یہاں تک کہ گزشتہ سالوں میں وہ قومی کشتی ٹیم کے کوچ بن گئے۔ اس طرح محمد بنا، ہمارے قومی ہیرو بن گئے۔ (ابراہیم ہادی کی اس طرح کی کوششوں سے کتنے افراد درست راستے کی طرف ہدایت ہوئے یہ اس کے اور خدا کے درمیان راز ہے۔)

جہالت اور ہدایت۔۲

(شہید کے ایک دوست)

اس کا ایڈرس کچھ دوستوں سے میں نے لیا۔ میں اس سے ملنا چاہتا تھا اور اس کے حوالے سے کی جانے والی باتوں کے متعلق اطمینان حاصل کرنا چاہتا تھا۔ مسجد میں اسے دیکھا۔ سلام کے بعد حال احوال پوچھے اور پھر تعجب کے ساتھ پوچھا: "آپ فلان آقا ہیں؟" سر ہلا کر انہوں نے تائید کی اور کہا: "جی فرمایئے!۔"

کچھ دیر رکا اور اس چہرے کو غور سے دیکھا۔ بڑھاپے کا گرد اس کے سر اور چہرے پر اتر چکا تھا۔ البتہ وہ ابراہیم کا ہم عمر ہی لگ رہا تھا۔ اس کا اخلاق اور برتاؤ اس طرح سے نہیں تھا جیسے میں نے سنا ہوا تھا۔ میں نے سنا تھا ابراہیم نے اس کی خاطر جائیداد گروی رکھی تھی تا کہ اسے جیل سے چھڑا کرلائیں۔ سنا تھا چاقو چلانے والے افراد میں سے تھے۔ اس نے اپنے کاموں سے ابراہیم کو بہت اذیت دی تھی۔ لیکن اب۔۔۔ اب کئی سال گزر چکے ہیں۔۔۔ یہ شخص اول وقت میں با جماعت نماز پڑھنے کا پابند ہے یہاں تک کہ صبح کی نماز بھی وہ مسجد میں ہی پڑھتا ہے۔ محلے میں جوانوں کے لیے جم کھولا ہوا ہے جہاں جوانوں کو ٹریننگ دیتا ہے۔ ان کا شمار محلے کے ایمان دار افراد میں ہوتا ہے۔ محلے کے سارے لوگ اس پر اعتماد کرتے ہیں۔ اب مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی ان سے بات کہاں سے شروع کروں؟!

میں نے کہا: "آپ سے ابراہیم ہادی کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔"

گہرا سا سانس لیا اور پھر بولے: "ابراہیم۔۔۔ آپ لوگ نہیں جانتے کتنے بڑے کھلاڑی تھے۔ کشتی کے بڑے کھلاڑی تھے۔ ایک مرتبہ صدری کلپ کے مقابلوں میں پانچ کھلاڑیوں کو یکے بعد دیگرے بڑے فرق کے ساتھ انہوں نے شکست دی۔ جب میں لڑنے جاتا تھا وہ میرے ساتھ کھڑے ہوتے اور ایک کوچ کی طرح میری رہنمائی کرتے تھے۔"

میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا: "میں نے سنا ہے ابراہیم نے آپ جیسوں کی ہدایت کے لیے بہت زحمت اٹھائی ہے۔ بہت زیادہ وقت دیا ہے۔؟"

اس کا لہجہ بدل گیا۔ ایک تلخ مسکراہٹ کے ساتھ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔ کچھ دیر رک کر بولنا شروع کیا: "خدا جانتا ہے مجھ جیسوں کی ہدایت کے لیے ابراہیم نے بہت وقت صرف کیا ہے۔ میں غلط دوستوں کی صحبت کی وجہ سے چاقو اور لڑائی کی طرف چل نکلا۔ البتہ اس وقت کا ماحول ہی کچھ ایسا تھا۔ میں بھی کسی سے پیچھے نہ رہ پایا۔ اسی چاقو اور لڑائی کی وجہ سے کئی مرتبہ جیل کی ہوا کھانی پڑی۔ ابراہیم نے میری خاطر جائیداد کی سند گروی رکھی تا کہ میں آزاد ہو جاؤں۔ میں نے انہیں بہت اذیت دی ہے۔ کتنی مرتبہ، سردی ہو یا گرمی، ہمارے محلے میں میرے پاس وہ آجاتے اور گھنٹوں مجھ سے باتیں کرتے، مجھے نصیحت کرتے۔ زیادہ تاکید ان کی اس بات پر تھی کہ کسی سے لڑنا نہیں۔"

"ہم بھی جوانی کے غرور اور جہالت میں مبتلا تھے۔ بات کی سمجھ نہیں آتی تھی لیکن ابراہیم نے اتنی زیادہ کوشش کی کہ بالآخر ہماری زندگی تبدیل ہوگئی۔

انقلاب کے ابتدائی ایام مجھے اب بھی یاد ہیں۔ایک دن شدید بارش میں میرے گھر آئے تھے۔ سر سے پاؤں تک بھیگے ہوئے تھے۔میرے ساتھ بہت زیادہ باتیں کیں۔کہنے لگے کہ میں چاقو چھوڑ دوں اور لوگوں کے ساتھ آہستہ بات کروں،لڑائی جھگڑا نہ کروں۔۔۔ابراہیم کی اکثر نصیحت یہی تھی کہ ہمیں پڑھائی کی طرف توجہ دینی چاہیے یا کوئی ہنر اور کام سیکھنا چاہیے۔"

"میرے پاس کرنے کو کوئی کام نہ تھا۔ابراہیم نے خود سے کوشش کی اور میڈیا کے حوالے سے مجھے ایک کام ڈھونڈ کر دیا۔خلاصہ یہ کہ اپنی شہادت سے قبل ابراہیم نے ہماری کمائی اور کام کا انتظام کر دیا اور پھر خود چلے گئے۔ابراہیم چلے گئے لیکن ان کی جدائی کا داغ ہمیشہ ہمارے دل میں رہ گیا۔"

کچھ دیر کے لیے رکا۔اپنے آنسو صاف کیے اور پھر بات جاری رکھی:"ابراہیم کو خدا نے بھیجا تھا تا کہ ہم جیسوں کے ہاتھ پکڑ لیں۔اب میں ملک کے ایک نامور کشتی پہلوان کے پاس کام کرتا ہوں۔ جوانوں کو تربیت دیتا ہوں۔لیکن تربیت کے علاوہ جوانوں کو ہمیشہ ابراہیم کے بارے میں بتاتا ہوں۔یہ بتاتا ہوں کہ کیسے کشتی کے ساتھ ساتھ لوگوں کی خدمت کی جا سکتی ہے۔کیسے ابراہیم کی طرح خدا کا حقیقی عبد بنا جا سکتا ہے!"

"البتہ میری طرح کے اور بھی بہت سارے لوگ تھے جن کی ہدایت کے لیے ابراہیم نے وقت صرف کیا اور وہ کامیاب ہوئے۔حمد اللہ مرادی وہ تھے جن کا 64 کلو کا وزن اٹھانے میں کوئی حریف نہ تھا۔ انقلاب کے ایام میں سارے کہتے تھے کہ بہت جلد اسے قومی ٹیم میں دیکھیں گے۔اس کی ابراہیم کے ساتھ دوستی ہوئی۔کشتی چھوڑ کر محاذِ جنگ چلا گیا اور شہادت کو گلے لگا لیا۔قاسم ہمارے ایک اور دوست تھے۔وہ بھی

میری طرح چاقو اور لڑائی والا تھا۔ابراہیم نے اس کا بھی شکار کیا یعنی ابراہیم کے وجود کے جاذبہ اور ایمان نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا۔وہ مجھ سے بھی زیادہ تبدیل ہوا۔ابراہیم کے ساتھ محاذِ جنگ پر گیا اور خدا کی طرف سفر کی سیڑھیاں مسلسل طے کیں۔سنا ہے آخر میں پورے بٹالین کا سربراہ بن چکا تھا اور پھر شہادت نصیب ہوئی۔"

"اللہ تعالی سب کی مغفرت کرے۔ہمیں بھی ان کے ساتھ ملحق کرے۔اللہ تعالی ہمارے گناہوں سے درگذر فرمائے۔"

اس نے یہ جملے ادا کیے اور پھر اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔اس کی حالت تبدیل نظر آ رہی تھی جبکہ آنکھوں میں آنسو تھے۔مجھ سے خدا حافظی کی اور وہاں سے چلا گیا۔

جِم

(استاد شیر گر)

پچاس سال سے تہران کے جنوبی علاقے شہید آیت اللہ سعیدی میں جم چلاتا ہوں۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب پورے تہران شہر میں سات آٹھ سے زیادہ جم نہیں تھے۔ ہمارے اکثر جوانوں اور پہلوانوں نے انہیں جموں میں تربیت پائی۔ اس وقت ہمارے جم میں ہم نے اکھاڑا بھی بنایا ہوا تھا اور کشتی کے لیے فوم بھی بچھایا ہوا تھا۔ ہم انتہائی مشکل حالات میں عشق اور محبت کے ساتھ کام کرتے تھے۔ اللہ تعالی تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے۔

اس زمانے کے تربیت کرنے والے اب بھی یاد ہیں۔ مرحوم گودرزی اور محمدی نے بچوں کی تربیت میں بہت زحمتیں اٹھائیں۔ ایک زمانے میں ہم اکھاڑے میں ہی باجماعت نماز پڑھتے تھے۔ ان پچاس سالوں میں ہر قسم کے انسان دیکھے ہیں۔ اسی جم میں عالمی چیمپئز کی بھی تربیت ہوئی ہے۔ محمد بنّا سے لے کر۔۔۔ لیکن جو بات میرے لیے اہمیت رکھتی ہے وہ پہلوانی کا اخلاق اور اس کے خاص آداب ہیں۔

جو بھی کھلاڑی ابتدائی مراحل طے کرتا اس کے لیے اگلے پروگرام طے کرتے اور اس کے لیے مخصوص تمرین لکھ کر دیتے۔ اتنا زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود ابراہیم ہادی آج بھی اچھی طرح یاد ہیں۔

اکھاڑے سے اٹھ کر یہاں جم آئے۔ میں اس لیے ان کی تعریف نہیں کرتا چونکہ وہ اب شہید ہو چکے ہیں۔ دوست مجھے جانتے ہیں میرا مزاج اس طرح کا نہیں ہے۔ میرے پاس ایسے کھلاڑی بھی تھے جو شہید ہوئے لیکن جب تک میرے پاس تھے ان میں کوئی خاص صفت نظر نہیں آتی تھی۔ ایک مرتبہ تبدیل ہوئے اور چلے گئے۔ لیکن ابراہیم کی خصوصیات کچھ الگ تھیں جن کی وجہ سیاس نے شہرت پائی۔ اتنے سال گزرنے کے باوجود وہ باتیں اب بھی یاد ہیں۔

ابراہیم بہت کم بولتے تھے۔ اس وقت کے اکثر جوانوں کے برعکس ان کی باتوں سے عفت چھلکتی تھی۔ کشتی لڑنا ان کا ہدف نہیں تھا۔ وہ اس لیے آئے تھے تا کہ ایک طاقتور بدن کے مالک بن جائیں۔ تمام کھلاڑیوں کے ساتھ اس کے اچھے تعلقات تھے۔ ان کی کوشش رہتی تھی اپنی باتوں کے ذریعے سب میں اپنا اثر چھوڑیں۔ ابتدائی سال میں ہی ہمارے کشتی کے ایک کھلاڑی کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ وہ دونوں ہمیشہ ساتھ نظر آتے تھے۔ یہ کھلاڑی ایک عرصے بعد ابرہیم کی طرح نمازِ اول وقت کا پابند بن گیا۔

وہ آیا تھا تا کہ کشتی کا پہلوان بن جائے۔ لیکن ابراہیم نے اسے اور قسم کا پہلوان بنا دیا۔

یہ کھلاڑی بعد میں فوج میں چلا گیا اور فوج کے بڑے آفیسر اور لشکر سید الشہدؑ کے جانشین بن گئے۔ شہید حاج جعفر جنگروی کشتی کے وہی طاقتور کھلاڑی تھے جن کی زندگی ابراہیم کی دوستی کی وجہ سے بدل گئی۔ ابراہیم جس وقت ہمارے پاس ورزش کے لیے آتے تھے ملکی لیول کے کھلاڑی نہ تھے۔ البتہ وہ بہت زیادہ محنتی ضرور تھے۔

ابراہم کا اخلاق اور ان کی عادتیں سب سے مختلف تھیں۔ اکثر میں نے دیکھا کہ کھیل کے دوران

اپنے حریف کو جان بوجھ کر جتواتے تھے۔ میں نے اعتراض کیا کہ کیوں فلاں کو زمین پر دے نہیں مارا۔۔ کہتے تھے: "اس بندۂ خدا نے بھی تمرین کی ہے، سختیاں اٹھائی ہیں۔ اس کی آرزو اور تمنا ہے اپنے حریف کو چت کر کے وہ جیت جائے۔" مجھے اس کی باتوں کی سمجھ نہیں آتی تھی۔ کیسے ممکن ہے ایک شخص اتنی زیادہ تمرین کرے اور پھر مقابلے میں اپنے بجائے مقابل کھلاڑی کو جتوائے؟! اس کے لیے اس کا دل تڑپے؟

پہلوانی میں اس کے اپنے خاص طور طریقے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ مرحوم گودرزی کشتی سکھاتے ہوئے استراحت کے وقت میں جوانوں کو ایران کے پرانے پہلوانوں کے بارے میں بتاتے تھے۔ ابراہیم ان باتوں کو غور سے سن کر ان پر عمل کرتے تھے۔ اس نے پہلوانی کے تمام آداب خوب سیکھ لیے تھے۔

ابراہیم کی خصوصیات میں سے ایک یہ تھی کہ وہ مدمقابل کی کمزوریوں سے ہرگز استفادہ نہیں کرتے تھے۔ اگر انہیں پتہ چلتا کہ مقابل کھلاڑی کے بائیں پاؤں میں مثلاً درد ہے تب اس پاؤں کے قریب بھی نہ جاتے۔ ایک مرتبہ تمرینی مقابلوں میں اپنے ہم وزن کھلاڑی سے ان کا مقابلہ تھا۔ مدّ مقابل کھلاڑی نے اچانک اپنے سر سے ابراہیم کے چہرے پر حملہ کیا۔ ابراہیم کی آنکھ کا نچلا حصہ زخمی ہو کر فوراً سیاہ ہو گیا۔

مدّ مقابل کھلاڑی ڈر گیا کہ اب لڑائی ہو سکتی ہے۔ اکثر کھلاڑی ان باتوں پر لڑ پڑتے تھے۔ لیکن ابراہیم نے اس کھلاڑی کے قریب جا کر اس کی پیشانی پر بوسہ لیا۔ عجیب بات تھی وہ اپنے مقابل کھلاڑی کو شاباش اور حوصلہ دیتے تھے۔ یہاں ابراہیم نے اس سے کہا: "کچھ نہیں ہوا۔ کھیل میں اس طرح ہوتا رہتا ہے۔ یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔"

ہم نے اکثر اس طرح کے واقعات دیکھے۔ خلاصہ یہ کہ ابراہیم اور ہی طرح کے پہلوان تھے۔

حق الناس

(محمد سعید صالح تاش)

ہمارا گھر صدری کلب کے پیچھے تھا۔ میں اور عباس ہادی ہم جماعتی تھے۔ ہمارے ہمسائے میں ایک محترم خانوادہ رہتا تھا جن کے ساتھ ہمارا آنا جانا تھا۔ بعد میں ہمیں پتہ چلا کہ یہ عباس ہادی کی خالہ کا گھر تھا۔ میں اور میرے بھائی جڑواں تھے۔ عباس کی وجہ سے ابراہیم کے ساتھ بھی ہماری دوستی ہو گئی۔ جب بھی ملاقات ہوتی وہ ایک مشت پستہ اور بادام لے کر آ جاتے۔ ہمارا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ سب کے ساتھ ہی ایسے ہیں۔ جو بھی ایک مرتبہ ابراہیم سے مل لیتا اس کا دیوانہ ہو جاتا۔

اب جبکہ خدا کے فضل سے میری عمر ساٹھ سال ہے خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ جوانی کے ابتدائی ایام میں اپنے نیک بندوں سے ہماری ملاقات کروائی۔ آپ یقین کریں ہم نے ابراہیم کی ہی صحبت میں اچھائی اور برائی کی تمیز سیکھی۔ انسانیت کا مفہوم ابراہیم نے ہمیں سمجھایا۔ میری ساری زندگی انہی چند سالوں کی وجہ سے بدل گئی۔ میرے بچوں نے کتنی بار ابراہیم کی یادیں مجھ سے سنی ہیں۔ محلے کے بہت سارے شہداء کے ساتھ زندگی گزاری ہے۔ سب بہت عظیم تھے۔ لیکن ابراہیم کا کسی سے کوئی مقایسہ نہیں۔

ایک دفعہ ابراہیم کے ساتھ ہم پہاڑ پر چلے گئے۔ شروع میں ہی میرا پاؤں مڑ گیا۔ ابراہیم نے مجھے اپنے بیگ کے اوپر بٹھایا اور چل پڑے۔ بہت طولانی اور سخت راستہ تھا۔ کوئی بھی دوسرا ابراہیم کی جگہ ہوتا

ضرور ایسا کہتا کہ تم یہیں ٹھہرو میں واپس آتا ہوں۔ لیکن ابراہیم کی خواہش تھی کہ ان کے پاؤں مضبوط ہوں اور وہ نہیں چاہتے تھے اپنے دوست کو آدھے راستے میں چھوڑ جائیں۔ انتہائی سخت قسم کی چڑھائی تھی جس پر عام حالات میں بھی انسان تھک جاتا ہے۔ ابراہیم نے اس سارے راستے میں مجھے اپنے کندھے پر بٹھایا اور راستہ طے کیا۔ مجھے بہت شرمندگی محسوس ہو رہی تھی لیکن ابراہیم کی جسمانی طاقت پر رشک بھی آ رہا تھا۔

آقا فخاری نام کے میرے ایک دوست تھے۔ انہوں نے اپنی دکان میں ابراہیم کی تصویر لگائی ہوئی ہے۔ انہوں نے بھی بالکل اسی طرح کا ایک واقعہ سنایا۔ بہر حال ابراہیم کے ساتھ ہماری دوستی بڑھتی چلی گئی۔ میں اور میرا بھائی گھر میں ہر وقت ابراہیم کا ہی ذکر کیا کرتے تھے۔ میرے والدین بھی ابراہیم کو جانتے تھے۔ وہ لوگ خوش تھے کہ ان کے بیٹوں کا اٹھنا بیٹھنا اچھے لوگوں کے ساتھ ہے۔ میں جرات کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ہمارا دین و ایمان ابراہیم کی مرہون منت ہے۔ وہ صرف سترہ سال کی عمر میں اس قدر دینی مسائل میں ماہر تھے کہ ہمارے بڑے بھی اتنے نہ تھے۔

ایک دفعہ والی بال کھیلنے کا پروگرام بنایا۔ میرے پاس مناسب جوتے نہیں تھے۔ ابراہیم کے ایک دوست کے پاس پرانے خاص قسم کے چینی جوتے تھے۔ میں نے ان سے جوتے مانگ لیے اور کھیلنے میں مصروف ہو گیا۔ کھیل ختم ہونے پر پتہ چلا وہ گھر جا چکے ہیں۔ لہٰذا میں بھی گھر واپس آ گیا۔

کچھ ہی دیر بعد دیکھا کہ ابراہیم ہمارے گھر کی طرف آ رہے ہیں۔ ابراہیم کو دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ ان سے پوچھ لیا: "آج کیسے ہماری طرف؟!"

بغیر کسی مقدّمے کے ابراہیم بول پڑے: "سعید، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہر گناہ معاف فرمائے

گا، لیکن حق الناس معاف نہیں فرمائے گا۔ زندگی میں کوشش کرو لوگوں میں سے کسی کا حق تمہاری گردن پر نہ ہو۔" اپنی بات جاری رکھی: "کوشش کریں کسی دوسرے کی چیز استعمال نہ کریں۔ اس بات کا خیال رکھیں کہ کسی سے کوئی چیز امانت لیں تو خود سے جا کر وہ امانت اس تک پہنچا دیں۔"

میں نے کہا: "آقا ابراہیم۔ آپ کی بات سر آنکھوں پر۔ مجھے آپ کے اس دوست کا ایڈرس نہیں معلوم جن سے جوتے مانگ کر لیے تھے۔ وہ کھیل ختم ہونے سے پہلے چلے گئے تھے۔۔۔"

مردِ الٰہی

(مہدی حسن قمی)

خیابان زیبا پر ہماری رہائش تھی۔ میرے والد صاحب برف فروش تھے۔ میں نے بھی چند سال کے بعد پڑھائی چھوڑ دی اور کام کے پیچھے لگ گیا۔ میرے سارے بھائی مختلف کاموں میں مصروف تھے۔ اپنے کام کے دوران میں ایک لاغر جوان کو دیکھا کرتا تھا جو روز سر نیچے کیے اسکول جایا کرتا تھا۔ کبھی اس سے بات چیت کا موقع نہیں ملا یہاں تک کہ ہم نے اکھاڑے جانا شروع کیا۔ ابتدائی دنوں میں ہی اس جوان کو وہاں دیکھا۔ میرے علم میں نہیں تھا کہ وہ پہلے سے اس اکھاڑے سے منسلک ہیں۔

ورزش کے مسئول نے اس جوان کو اکھاڑے کے درمیان میں آنے کو کہا اور پھر کہا: "آقا ابراہیم تہران لیول پر کشتی کے پہلوان ہیں۔" مجھے وہ بہت اچھے لگے۔ کھیل میں پہلوان تھے لیکن اس کے باوجود انتہائی پرسکون اور متواضع۔ رنگ میں داخل ہونے سے پہلے سب سے ہاتھ ملایا۔ یہاں تک کہ مجھ سے بھی ہاتھ ملایا جب کہ میں ایک نوجوان تھا جس نے ابھی ابھی اس اکھاڑے میں داخلہ لیا تھا۔

ابراہیم نے گرمجوشی سے میرا استقبال کیا۔ اس روز کے بعد ہمارے درمیان دوستی ہوگئی۔ میں اس دوستی پر بہت زیادہ خوش تھا۔ مجھے ایک ایسا دوست ملا تھا جس میں نیک انسان کی ساری خوبیاں موجود تھیں۔

شروع ہی سے میرے ساتھ باتیں کرنے لگے اور مختلف مسائل کے حوالے سے مجھے سمجھایا۔ مثلاً بتایا کہ کن لوگوں کے ساتھ دوستی کرنی چاہیے اور کن سے نہیں۔ ان کی نصیحتیں اب بھی یاد ہیں۔

اکھاڑے میں ایسے بھی لوگ تھے جو ابراہیم کے برعکس انتہائی بداخلاق تھے۔ ابراہیم نے ایسے افراد کے بارے میں مجھے بتایا۔ اس زمانے کے حالات کو مدّنظر رکھتے ہوئے انہوں نے کہا: "مہدی، ایسے لوگوں کو دوست بناؤ جن کی نسبت تمہاری طاقت زیادہ ہوتا کہ وہ لوگ تمہیں اذیت نہ دے سکیں۔" ہمارے گھر میں کوئی ایسا نہیں تھا جو ہمیں اچھائی اور برائی کی تمیز سکھائے۔ ابراہیم ہمارے لیے وقت نکالتے اور نصیحت کرتے تھے۔ اکثر ان کی نصیحت غیر محسوس طریقے سے ہوتی تھی۔ آہستہ آہستہ ابراہیم ہمیں مسجد تک لے گئے۔

شروع میں مسجد وغیرہ سے ہمارا کوئی خاص سروکار نہ تھا۔ ابراہیم جونہی وضو کے لیے چلے جاتے میں موقع غنیمت جان کر بھاگ جاتا۔ لیکن ابراہیم کے اخلاق کی وجہ سے آہستہ آہستہ ہم بھی پکے نمازی اور "مسجدی" بن گئے۔ گویا ہم ابراہیم کے عشق میں مسجد جایا کرتے تھے۔ ابراہیم خاص صفات کے حامل منفرد جوان تھے لیکن وہ کچھ ایسے کام انجام دیتے تھے جن سے ہمیں تعجب ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ میں مسجد چلا گیا۔ وضو کے لیے جانا چاہ رہا تھا۔ دو افراد کو دیکھا جو وضوخانہ سے باہر آرہے تھے اور کہہ رہے تھے گٹر بند ہے لہٰذا ہم نماز کے لیے گھر واپس جا رہے ہیں۔ میں بھی واپس گھر جانا چاہ رہا تھا۔ اسی وقت ابراہیم وہاں آن پہنچے۔ بات سنتے ہی اپنی آستینیں چڑھائیں اور واش روم کی طرف چلے گئے۔ اندر سے انہوں نے دروازہ بند کر دیا۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد دروازہ کھولا۔ گٹر کھل گیا تھا اور

سارے واش روم دھلے ہوئے تھے۔اس کے بعد اپنے ہاتھ پاؤں وغیرہ دھونے لگے۔

ابراہیم خدا کے سامنے اپنی کسی شخصیت کے قائل نہ تھے۔جو کام بھی ممکن ہوتا اسے صرف خدا کی خوشنودی کی خاطر انجام دیتے۔خدا کے سامنے اپنے آپ کو بہت "حقیر" سمجھتے اور انتہائی تواضع کا اظہار کرتے۔خدا نے بھی لوگوں کے دلوں میں ابراہیم کی عظمت ڈال دی۔

بقول شاعر: افتادگی آموز اگر طالب فیضی۔۔۔(اگر فیض کے طالب ہو تو تواضع سیکھ لو۔)

ھر کسی میں مشھور ھونے کی ظرفیت نھیں ھے لیکن مشھور ھونے سے زیادہ اھم انسان ھونا ھے۔

(دلوں کے ھادی)

شہید کے دوست کی زبانی

ہم سومار کے علاقے میں گئے. جس بھی مورچے میں جاتے ابراہیم سے یہی مطالبہ کیا جاتا کہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے مصائب پڑھے۔رات کا وقت تھا ابراہیم نے ایک بٹالین کے جوانوں میں پڑھنا شروع کر دیا. تھکاوٹ اور مجلس کے طولانی ہو جانے کی وجہ سے اس کی آواز بیٹھ گئی تھی.

مجلس ختم ہوئی تو ایک دو دوستوں نے ابراہیم سے مذاق کرتے ہوئے اس کی آواز کی نقل اتاری.

اس کے بعد کچھ ایسی باتیں بھی کیں کہ ابراہیم ان سے بہت ناراض ہو گیا۔

اس رات سونے سے پہلے ابراہیم کافی غصے میں تھا کہنے لگا''میری اپنی بات ہوتی تو کوئی مضائقہ نہیں تھا مگر ان لوگوں نے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی مجلس کے ساتھ مذاق کیا ہے لہٰذا میں آئندہ نہیں پڑھوں گا۔

میں نے بہت سمجھایا کہ دوستوں کی باتوں کو دل پر مت لو تم اپنا کام جاری رکھو مگر وہ نہیں مانا۔

رات کے آخری پہر ہم اپنے کیمپ میں واپس آ گئے اس نے دوبارہ قسم کھائی کہ آئندہ ذاکری نہیں کروں گا۔

رات کے ڈیڑھ بج چکے تھے میں تھک کر سو گیا۔فجر کی اذان سے پہلے مجھے محسوس ہوا کہ کوئی میرا ہاتھ ہلا رہا ہے میں نے اپنی آنکھوں کو جھٹ سے کھولا تو ابراہیم کا نورانی چہرہ میری آنکھوں کے سامنے تھا اس

نے مجھ سے کہا۔ آٹھوں اذان کا وقت ہو گیا ہے۔

میں اٹھ کے بیٹھا اور اپنے آپ سے کہا اس بندہ خدا کو کیا معلوم تھکاوٹ کیا ہوتی ہے ...البتہ اتنا معلوم تھا کہ جس وقت بھی سوئے اذان سے پہلے ہی بیدار ہو کر نماز میں مشغول ہو جاتا ہے۔

ابراہیم نے دوسرے دوستوں کو بھی اٹھایا اس کے بعد اذان دی اور نماز فجر ادا کرنے لگا۔ نماز و تسبیحات کے بعد دعا پڑھنے لگا اور اس کے بعد حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے فضائل پڑھے۔ ابراہیم کے خوبصورت اشعار نے سب جوانوں کی آنکھوں کو اشک آلود کر دیا میں جو گزشتہ رات کو ابراہیم کی قسم سن چکا تھا سب سے زیادہ میں حیران تھا لیکن میں نے کچھ نہیں کہا۔

ناشتے کے بعد ہم سومار واپس آ گئے سارے راستے میں اس کے عجیب و غریب کاموں کے بارے میں سوچتا رہا۔ ابراہیم نے ایک معنی خیز نگاہ مجھ پر ڈالی اور کہا تم یہی پوچھنا چاہتے ہو نا کہ میں نے قسم کھانے کے باوجود ذاکری کیوں کی؟

میں نے کہا؛ بالکل تم نے رات کو قسم کھائی تھی کہ اس نے میری بات کو کاٹتے ہوئے کہا" جو بات میں تمہیں بتانے والا ہوں جب تک زندہ ہوں تم کسی سے نہیں کہو گے"

پھر تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد بولا" گزشتہ رات مجھے نیند نہیں آ رہی تھی لیکن آدھی رات کو ہلکی سی آنکھ لگ گئی اچانک میں نے دیکھا حضرت زہرا سلام اللہ علیہا بنفس نفیس تشریف لائیں اور مجھے کہا: یہ مت کہو کہ میں نہیں پڑھتا ہم تم سے محبت کرتے ہیں جو کوئی بھی کہتا ہے کہ پڑھو تو تم ضرور پڑھو"۔

پھر وہ اتنا رویا کہ بات کرنا دو بھر ہو گیا اس کے بعد ابراہیم نے ذاکری کو جاری رکھا۔

مردِ الٰہی۔۲

(مہدی حسن قمی)

کہتے ہیں انسان کا دوست اسے جنت بھی لے جا سکتا ہے اور جہنم بھی۔ قرآن میں بھی اس طرح کی بات آئی ہے۔ بہت سارے لوگوں کے جہنم جانے کی وجہ ان کے دوست ہوں گے۔ میں نے ان سالوں میں بہت سارے لوگوں کو دیکھا ہے جو بے دین افراد کے ساتھ دوستی کی وجہ سے برباد ہو گئے۔ اس کے برعکس بہت سارے ایسے افراد کو بھی دیکھا جو ابراہیم ہادی جیسوں کی دوستی کی وجہ سے راہی جنت ہوئے۔ ایسے بہت سارے افراد (شہداء) کے نام اور تصویریں ہمارے محلے کے بورڈز پر نصب ہوئیں۔

محلے کے جوانوں کی دینی انجمن بنی۔ ابراہیم اس انجمن کے روحِ رواں تھے لیکن انہوں نے رسمی طور پر کوئی عہدہ قبول نہیں کیا۔ ان کے برخلاف ہم عہدہ اور نام کے عاشق تھے۔ اسی خاطر انجمن کے اکثر کام ہمارے سپرد کرتے تھے۔ ابراہیم بالکل سادہ طریقے سے ریاکاری سے پاک ذاکری اور مدّاحی کیا کرتے تھے۔ اکثر دیکھا گیا کہ کوئی بھی جوان مدّاحی کرنا چاہے ابراہیم اسٹیج اس کے حوالے کر دیتے۔ خود اس کی مدد کرتے تا کہ وہ بہتر طور پر پڑھ سکے۔

اگر وہ سن لیتے کہ آج محفل میں کوئی دوسرا مدّاح یا ذاکر ہے تو خود کبھی اسٹیج پر نہ آتے۔ مجلسِ امام حسینؑ کے حوالے سے ان کا نظریہ ہم سب سے مختلف تھا۔ وہ صرف اور صرف استفادے کی خاطر مجلس میں

حاضر ہوتے تھے۔مصطفیٰ تقوایی کے گھر تمام تر اصرار کے باوجود ابراہیم نے مدّاحی نہیں کی۔ ہر دفعہ یہی کہتے رہے:"یہاں حاج ماشاء اللہ عابدی موجود ہیں۔میں نہیں پڑھوں گا۔"

خلاصہ یہ کہ ابراہیم کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔میرے والد صاحب جنہوں نے ہر طرح کے لوگ دیکھ رکھے تھے مجھ سے کہتے تھے:"تمہارے دوستوں میں ایک سب سے بہتر ہے۔یعنی ابراہیم ہادی۔ وہ جو بھی کہے اسے سن لو۔"میرے بھائی اتنے مذہبی نہ تھے اس کے باوجود وہ ابراہیم کی تائید کرتے تھے۔وہ ابراہیم کی بات کبھی نہیں ٹالتے تھے۔میں جرات کے ساتھ کہتا ہوں خدا جانے میری زندگی کی حالت کیا ہوتی اگر ابراہیم میری زندگی میں نہ آتے۔۔۔!صرف میں نہیں، محلے کے بہت سارے جوان اسی طرح ہیں۔ ابراہیم اگر نہ ہوتے تو ہم سب کی زندگی کچھ اور ہوتی۔

ابراہیم اگر ورزش کے لیے جاتے تو بھی اخلاص اور معنویت کے ساتھ جاتے۔اس طرح وہ خدا کے بندوں کی مدد کرنا چاہتے تھے۔ابراہیم سے سنا کہ ان کے والد کہا کرتے تھے:"جس دن میں نے کشتی کو بطور کھیل انتخاب کیا والد صاحب نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ کشتی سے تمہارا مقصد پہلوان بننا نہیں ہونا چاہیے۔دوسروں کی شکست سے اپنا مقام بنانا چاہو یہ ہرگز درست نہیں۔ورزش کے ذریعے لوگوں کی مدد کرو۔"اللہ تعالی نے ابراہیم کو ہماری زندگی میں لایا تاکہ ہم ایک حقیقی انسان کو دیکھ لیں۔

میں ایک اور مثال کے ذریعے ابراہیم کی زندگی کے ایک اور اہم پہلو کے حوالے سے بات کرنا چاہوں گا۔خیابان زیبا پر نشے کا عادی ایک شخص تھا۔نشے کی خاطر وہ اپنے گھر والوں کو بہت زیادہ تنگ کرتا تھا۔ابراہیم نے اس سے نشہ چھڑوانے کی ہر ممکنہ کوشش کی لیکن ایسا ہو نہیں سکا۔آخر کار اس سے بات کی اور

پوچھا:" کیوں گھر کے افراد کو تنگ کرتے ہو؟"اس نے جواب دیا:"میرے اپنے ہاتھ میں نہیں۔مجھے ہر ہفتے نشے کے لیے اتنے پیسے چاہیں۔اگر مجھے پیسے مل جائیں میرا ان سے کوئی سروکار نہیں ہوگا۔"

ابراہیم ایک سال تک اس شخص کو نشے کے پیسے دیتے رہے تاکہ اس کی فیملی اس کے شرّ سے محفوظ رہے۔ایک سال تک اس کی فیملی اس کی اذیت اور شر سے محفوظ تھی۔پھر ابراہیم کی شہادت ہوئی۔شہادت کے بعد اس نشء نے یہ سارا واقعہ خود سنایا۔

میری بھنو! حجاب اسلامی کی صحیح معنوں میں رعایت نہ کرنا گویا شھداء کے خون اور ان اھداف کی توھین ھے جن کے لئے انھوں نے اپنی قیمتی جانوں کا نذرانہ پیش کیا ھے ۔

(دلوں کے ھادی)

مہدی حسن قمی

خدا کی عبادت اور بندگی کے بعد ابراہیم کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ لوگوں کی ہدایت اور مدد کے لیے ہر ممکنہ کوشش کرتے تھے۔ انہیں اس بات کی بالکل پرواہ نہ تھی کہ لوگ کیا کہیں گے اور ان کی پسند ناپسند کیا ہے۔ بعض اوقات دوسروں کی مدد کی خاطر اپنے اوپر تہمتیں بھی سہہ لیتے تھے۔

ایک دن ہم ابو مسلم جم میں تھے۔ ابراہیم کو پتہ چلا کہ ان کے ہم سن کچھ جوان کچھ دوسرے لوگوں کے ساتھ غلط کاموں میں مبتلا ہیں اور تہران کے خراب محلوں میں ان کا آنا جانا ہے۔ وہ لوگ بڑی آسانی سے ان موضوعات پر گفتگو کرتے تھے۔ ابراہیم نے ان کو بہت سمجھایا لیکن کوئی فائدہ نظر نہ آیا۔ ایک دن ابراہیم نے فیصلہ لیا کہ ان کے ساتھ فساد کے مرکز تک جائیں گے اور وہیں سے ہدایت اور اصلاح کا آغاز کریں گے۔

ایک رات جب ورزش ختم ہوئی ابراہیم نے جدیت کے ساتھ ان جوانوں سے کہا: "آپ لوگ اتنی جلدی میں کہاں جا رہے ہیں؟ ایک مرتبہ ہمیں بھی ساتھ لے جائیں۔" وہ لوگ تعجب سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور پھر کہا: "ٹھیک ہے، تم بھی آ جاو؟۔" ابراہیم ان کے ساتھ چلے گئے۔ میری عمر اس وقت کم تھی، میں صرف دیکھتا رہ گیا۔ اگلے دن جم میں ابراہیم سے ملاقات ہوئی۔ میں نے پوچھا: "آپ بھی چلے گئے تھے؟ کیا بنا پھر؟"

ورزش شروع ہونے سے پہلے ابراہیم نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور پھر کہا: "اللہ تعالی ہم سب کی ہدایت فرمائے۔ میں نے راستے میں ان جوانوں کو بہت زیادہ نصیحت کی لیکن ان کی تمام تر توجہ اپنے سب سے بڑے دوست کی طرف تھی۔ ایک ایسے شخص کے ساتھ ان کی دوستی ہو چکی تھی جو عمر میں ان سے بڑا تھا اور تمام برائیوں کی جڑ تھا۔"

ابراہیم نے اپنی بات جاری رکھی: "میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ لوگ اتنے بگڑ چکے ہیں۔ یہ لوگ بڑی آسانی کے ساتھ اس خراب محلے میں چلے گئے۔ میں نے جتنی آیتیں اور حدیثیں سنائیں کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ وہ سب سے بڑی عمر والا جس نے سب کو اپنی طرح فاسد بنایا تھا جب میری باتوں کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے شور مچانا شروع کیا: "اس ابراہیم کو پکڑ لو۔ یہ بھاگ نہ پائے۔ اسے ہم جبری اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ انہوں نے مجھے پکڑنا چاہا تو میں بھاگ نکلا۔ وہ لوگ مجھے نہیں پکڑ سکے۔"

وہ درست کہہ رہے تھے۔ ابراہیم دوڑنے میں بھی ماہر تھے۔ ابراہیم نے افسوس کے ساتھ کہا: "میرا دل ان جوانوں کے لیے روتا ہے۔ یہ لوگ اپنا مستقبل اپنے ہاتھوں سے تباہ کر رہے ہیں۔ ان کے والدین اچھے لوگ ہیں لیکن یہ حرام کام انہیں نابود کر دے گا۔"

ایک عرصے بعد بہترین لباس میں ملبوس ایک جوان ہمارے جم آیا۔ ابراہیم کسی کام سے جلدی چلے گئے تھے۔ اسی گروپ کے چند لوگ اس جوان کو دوستی کے بہانے اپنے ساتھ لے گئے۔ مجھے سارا کچھ مشکوک لگا لہٰذا بھاگ کر ابراہیم کے پاس گیا۔ انہیں ساری کہانی سنا دی۔ ابراہیم نے ایک دوست سے اس کی سائیکل لی اور فوراً ان کے پیچھے نکل پڑے۔ آیت اللہ سعیدی چوک پر انہیں دیکھ لیا۔ ابراہیم نے آواز

دے کر انہیں روک لیا، اس جوان کو ان سے جدا کیا اور اسے اپنے گھر کی طرف بھیج دیا۔ ان تینوں افراد کو بھی خوب دھمکایا۔ اگلے روز ابراہیم نے میرا شکریہ ادا کیا اور کہا: "اللہ تعالیٰ کی مدد سے میرا بدن طاقتور ہے۔ ورزش اور طاقتور بدن کا فائدہ یہاں ظاہر ہوتا ہے۔ اگر وہ لوگ مجھ سے نہیں ڈرتے تو ہرگز اس جوان کو نہیں چھوڑتے۔"

ھمیشہ حلال روزی کی تلاش میں رھو، حرام مال زندگی کو جَلا دیتا ھے۔ حلال روزی کم ھی کیوں نہ ھو، اس میں برکت ھوتی ھے۔

(دلوں کے ھادی)

برائی کی روک تھام

(حسین جہان بخش)

دن گذرتے گئے یہاں تک کہ انقلاب کے ایام پہنچ گئے۔ ان ایام میں چار دنوں تک کے لیے ابراہیم کی کوئی خبر نہ تھی۔ سب پریشان ہوگئے۔ چند دنوں بعد ابراہیم واپس پہنچ گئے۔ جب میں نے پوچھا کہ آپ اتنے دن کہاں تھے تو انہوں نے بتایا:

"سڑک پر جب جھڑپیں جاری تھیں میں دوستوں کے ہمراہ تھا۔ جب عشرت آباد کی چھاونی پر قبضہ ہوا میں جواد کے ساتھ ہی تھا۔ جواد میرا ہم وزن تھا اور ابومسلم جم میں میرے ساتھ کشتی لڑتا تھا۔ بہت نیک جوان جو طاقتور جسم کا مالک تھا۔ جھڑپوں کے دوران ایک گولی اس کے بائیں کاندھے پر لگی اور داہنے کاندھے سے نکل گئی۔ چھاونی پر قبضے کے بعد اس کے جسد کو ڈاکٹر کے پاس لے گئے تاکہ قانونی تقاضے پورے کیے جائیں۔

ڈاکٹر کے پاس جا کر پتہ چلا کہ وہاں بہت سارے شہیدوں کے بکھرے ہوئے اجساد موجود ہیں۔ کوئی بھی ان کے قریب جانے اور ان کے کفن دفن کا انتظام کرنے والا نہ تھا۔ میں وہیں ٹھہرا اور ان امور کی انجام دہی میں مشغول ہوگیا۔ کچھ جنازے جل گئے تھے، کچھ کے وارثین کا علم نہیں تھا۔ اب ہمیں ان کے ورثاء کو تلاش کرنا تھا۔ وہاں کوئی ایسا نہ تھا جو ان امور کو انجام دے۔"

ابراہیم نے اپنی بات جاری رکھی:

"انقلاب کامیاب ہوا تھا۔اب فوجی کاموں کے لیے ہماری ضرورت نہیں تھی۔ یہی وہ کام تھا جو ہم انجام دے سکتے تھے۔"

انقلاب کو ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ ابراہیم انقلابی کمیٹی کے رکن منتخب ہوئے۔ میدانِ خراسان میں کمیٹی کا دفتر تھا۔کمیٹی کے افراد نے اپنے کاموں کا آغاز کر دیا۔کمیٹی کے بعض مراکز میں علماء بھی ہوتے تھے جہاں بعض اوقات شرعی احکام جاری ہوتے تھے۔ میں نے خود دیکھا کہ شراب بیچنے اور پینے پر کوڑے مارے جاتے تھے۔

ایک رات میدانِ خراسان کے پاس ایک گاڑی کو روکا گیا۔گاڑی میں دو جوان سوار تھے جنہوں نے اس بات کی پرواہ نہیں کی اور تیزی کے ساتھ گزرنے کی کوشش کی۔ کچھ آگے جا کر ابراہیم نے کمالِ بہادری سے گاڑی روکی اور دونوں جوانوں کو گاڑی سے اتارا۔ ابراہیم نے ان سے کہا:

" گاڑی کی ڈگی کھول دیں۔"

اب ان کے بھاگنے کی وجہ سمجھ آئی۔ ڈگی میں امپورٹڈ شراب کی ۴۲ بوتلیں پڑی تھیں۔ وہ دونوں جوان خوف کی وجہ سے بید کی طرح کانپنے لگے۔ وہ ابراہیم سے التماس کر رہے تھے کہ ہمیں چھوڑ دیں۔ہمیں کوڑوں سے ڈر لگتا ہے۔ ہماری عزت آبرو کے آپ محافظ بنیں۔

ابراہیم نے ایک مرتبہ ان کی طرف دیکھا۔ مجھے یقین تھا ابراہیم ان کے ساتھ بہترین سلوک روا رکھیں گے۔ میں منتظر تھا تا کہ ابراہیم کا ردّعمل دیکھ سکوں۔

ابراہیم نے شراب کی بوتلیں اٹھائیں، پانی کی نہر کے ساتھ بیٹھ گئے پھر ان دو جوانوں سے کہا:

"صرف ایک راستہ ہے۔ایک ایک کر کے بوتلیں کھولو اور اپنے ہاتھوں سے یہ شراب نہر میں بہا دو۔"

انہوں نے یہ کام شروع کیا۔ایک ایک کر کے بوتلوں کے ڈھکن کھولنے لگے اور پھر شراب نہر میں بہانے لگے۔ابراہیم نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شراب کی برائیوں پر پورا لیکچر دیا:" پیامبر اکرم ? نے فرمایا تھا کہ شراب تمام برائیوں کی جڑ اور بہت بڑا گناہ ہے۔ اللہ تعالی قیامت کے دن شراب خور کی طرف اپنی رحمت کی نظر سے نہیں دیکھے گا۔امام صادقؑ نے فرمایا کہ شراب خور جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔تمام برائیوں کے کچھ تالے ہیں جن کی چابی شراب ہے۔"

وہ لوگ صرف سن رہے تھے۔ جب بات ختم ہونے لگی تو ابراہیم نے اچھے انداز میں ان کو سمجھایا:

"اسلام نے یہ قوانین اس لیے بنائے ہیں تا کہ معاشرہ درست سمت کی طرف حرکت کرے۔تا کہ آپ کی اور ہماری ناموس آسانی کے ساتھ راہ چل سکیں۔"

انہوں نے خدا حافظی کی، ابراہیم کا شکریہ ادا کیا اور چلے گئے۔ مجھے یقین تھا کہ ابراہیم کی طرف سے اس بہترین سلوک اور رویّے کا نتیجہ بہت بہترین نکلے گا۔

برائی کی روک تھام ۔۲

(حسین جہان بخش)

انقلاب کو چند ماہ گزرے تھے۔ میں اور ابراہیم انقلابی کمیٹی میں غیر رسمی طور پر مشغول تھے۔ ہمارا اصل کام تعلیم کے شعبے کے متعلق تھا لیکن ہم کمیٹی کے ساتھ بھی تعاون کر رہے تھے۔ ایک دن ظہر کے وقت ابراہیم ہمارے گھر کے پاس آئے۔ انہوں نے مجھے آواز دی۔ میں نے دروازے کے پاس آ کر انہیں اندر آنے کی دعوت دی۔ کہا: "مجھے کام ہے۔ ایک نیک کام کے لیے کچھ پیسے چاہئیں۔ مطلب پیسے واپس نہیں ملیں گے۔"

ہمارا آپس میں مذاق تھا۔ ان کے چہرے کی طرف دیکھا اور ہنستے ہوئے مذاق میں کہا: "بھائی! کیا ہوا؟ بھیک مانگنے کی ضرورت پڑ گئی؟"

ہنستے ہوئے جواب دیا: "اگر وقت ہے تو آجاؤ ساتھ چلتے ہیں۔ خود دیکھ لو کس کے لیے بھیک مانگ رہا ہوں۔"

اس دن میں نے سو تومان دے دیئے۔ اس کے بعد وہ چلے گئے۔ سو تومان مصطفیٰ سے، سو تومان امیر سے، سو تومان سعید سے لیے اور اس طرح ہزار تومان جمع کر لیے۔

ہم اکٹھے کمیٹی کے دفتر کے پاس گئے۔ ایک بیس سالہ جوان دروازے کے پاس بیٹھا تھا۔ ابراہیم نے اس سے کہا: "تمہاری مشکل حل ہو گئی ہے؟"

جوان نے غصے میں کہا: "نہیں۔ اب میں کیا کروں؟"

ابراہیم اندر چلے گئے اور کچھ دیر بعد واپس آئے۔ لکڑی کا ایک بڑا ڈبہ اپنے ساتھ لے آئے۔ وہ کیسٹ والا ڈبہ تھا۔ ہمیں پتہ چل گیا کہ یہ جوان کیسٹ بیچنے والا ہے اور اس کے پاس سے غیر قانونی کیسٹیں نکلی ہیں۔ ابراہیم اس جوان کو ایک طرف لے گئے اور وہ ڈبہ اسے واپس کر دیا۔

اکثر کیسٹیں توڑ دی گئی تھیں۔ جوان نے ایک مرتبہ ڈبے کے اندر دیکھا۔ صرف چند کیسٹیں سالم تھیں۔ اس کا سارا سرمایہ ضائع ہو چکا تھا۔ ابراہیم سارا معاملہ سمجھ گئے۔ ایک مرتبہ کہا: "پیارے بھائی! انسان کو حلال طریقے سے روزی کمانی چاہیے۔ حرام پیسوں سے انسان کہیں نہیں پہنچ سکتا۔" اس کے بعد جوان سے پوچھا: "ان کیسٹوں کی مجموعی قیمت کتنی تھی؟"

جوان نے کہا: "تقریباً سو کیسٹیں تھیں۔ ہر کیسٹ کی قیمت 5 تومان تھی۔"

ابراہیم نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر کہا: "یہ ہزار تومان۔۔ حلال ہیں۔۔ جاؤ؟ اور ان پیسوں سے حلال طریقے سے کمائی کرو۔"

وہ جوان بہت زیادہ خوش ہوا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کیا کیا جائے؟ ایک مرتبہ ابراہیم کی پیشانی کا بوسہ لیا۔

وہ جانا چاہ رہا تھا۔ ابراہیم نے فرصت غنیمت جانی۔ اسے نصیحت کی: "پیارے بھائی! علماء

نے کہا ہے کہ تنہا عورت کی آواز سننا حرام ہے۔حرام موسیقی انسان کو بے دین بناتی ہے۔حرام طریقے سے جو کمائی کی جاتی ہے اس میں برکت نہیں ہوتی۔ وہ حرام ہے۔تم ان چیزوں کی طرف مت جانا۔خدا سے دعا کرو وہ تمہاری مدد فرمائے گا۔"

جوان نے کہا:"ضرور۔خدا کی قسم ہمارا بھی یہی کہنا ہے کہ کمائی حلال کی ہونی چاہیے۔ مجھے نہیں پتہ تھا کہ یہ کیسٹیں حرام ہیں۔میں آپ کا تابع دار۔آپ اطمینان رکھیے میں دوبارہ یہ کام نہیں کروں گا۔"

اس جوان نے باقی کیسٹیں ڈسٹ بن میں پھینک دیں اور وہاں سے چلا گیا۔وہ بار بار مڑ کے پیچھے دیکھ رہا تھا۔ابراہیم نے بھرپور اخلاص کے ساتھ اس کی رہنمائی کی۔مجھے یقین تھا اس خلوص نے اپنا اثر ضرور چھوڑنا ہے۔

مجھے یاد آیا کہ ایک جگہ پڑھا تھا۔۔ایک شخص امام خمینی ؒ کے استاد مرحوم شاہ آبادیہ کے پاس آیا اوران سے کہا:"مجھے نماز میں لذّت نہیں ملتی۔کچھ گناہوں کی طرف بھی مائل ہوں۔کوئی ذکر بتا دیں۔"

آیت اللہ شاہ آبادی نے فوراً کہا:"تم حرام موسیقی سنتے ہو؟"

وہ شخص اپنی جگہ حیران ہو گیا اور بات کی تائید کی۔انہوں نے فوراً فرمایا:

" کسی وِرد، کسی ذکر کی ضرورت نہیں۔حرام موسیقی چھوڑ دو۔حرام آواز انسان کو گناہ کی طرف مائل کرتی ہے جس کے نتیجے میں انسان نماز سے دور چلا جاتا ہے، نماز کی محبت کم ہو جاتی ہے اور شیطان کے لیے راستہ ہموار ہو جاتا ہے۔"

ٹیوٹا

(عباس ہادی)

انقلاب کے ابتدائی ایام تھے۔ابھی جنگ شروع نہیں ہوئی تھی۔ابراہیم حکومت کے ایک ادارے میں مشغول تھے۔میں بھی ایک عرصے سے حکومتی میڈیا میں سیکیورٹی کے فرائض انجام دے رہا تھا۔اس دوران مسجد محمدی کے پاس خیابان زیبا پر ہماری رہائش تھی۔ایک روز عصر کے وقت میں گلی میں کھڑا تھا کہ ابراہیم کو دیکھا کام سے گھر واپس آ رہے تھے۔

اس دفعہ ابراہیم الگ سے لگ رہے تھے۔نئے ماڈل کی گاڑی میں سوار تھے۔ٹیوٹا کی زیرو میٹر گاڑی تھی جسے ہمارے گھر کے سامنے پارک کیا گیا اور ابراہیم اس سے اترے۔میری آنکھیں تعجب سے گول ہو گئیں۔نزدیک گیا اور پوچھا:" کتنی اچھی گاڑی ہے, کہاں تھی؟ کتنے کی خریدی؟"

ابراہیم نے گاڑی کا دروازہ لاک کیا اور گھر کی طرف چلے گئے۔

ابراہیم کے پیچھے میں بھی گھر کے اندر گیا۔گھر والوں کے سامنے میں نے گاڑی کی خوب تعریفیں کیں۔اس کے بعد میں نے کہا:" گاڑی کی چابی ذرا دینا۔ہم بھی ایک چکر لگا آئیں۔"

ابراہیم بالکل خاموش تھے۔کچھ بھی نہیں بول رہے تھے۔کچھ دیر بعد کہا:"یہ گاڑی ہمارے کام کی نہیں۔مجھے ڈر ہے یہ ہمیں زمین پر دے مارے گی۔"

میں نے کہا: "یہ کوئی موٹر سائیکل تھوڑی ہے جو زمین پر دے مارے؟ ابراہیم نے دوبارہ اپنی بات دہرائی اور کہا: "یہی گاڑی ہمیں زمین پر دے مار سکتی ہے۔ہمیں ہر چیز سے دور کر سکتی ہے۔ خدا سے۔۔ لوگوں سے۔۔کل ہی یہ گاڑی کسی کے حوالے کروں گا۔۔۔"

میں نے پوچھا: " کس کے حوالے کریں گے؟ گاڑی ملی کہاں سے ہے؟"

بتایا: "ہمارے آفس کے ایک عالم دین نے یہ گاڑی مجھے بطور ہدیہ دی ہے۔لیکن یہ میرے کام کی نہیں۔"

میں نے کہا: "مسئلہ نہیں۔ میرے کام کی ہے۔ میں اسے چلاؤں گا۔ اگر امی اور گھر والے کہیں جانا چاہیں میں پہنچایا کروں گا۔"

ابراہیم نے پھر کہا: "نہیں، ہمارے کام کی نہیں ہے۔" اگلے دن گاڑی کے بغیر دفتر چلے گئے۔

عصر کے وقت گھر کی گھنٹی بجی۔ میں دروازہ کھولنے گیا۔ ایک شخص باہر کھڑا تھا جس نے سلام کے بعد گاڑی کی طرف دیکھتے ہوئے مجھ سے کہا: " گاڑی کی چابی لینے آیا ہوں۔ ابراہیم ہادی کا گھر یہی ہے نا؟ میں صحیح آیا ہوں؟"

میں نے کہا: "ہاں۔ آپ درست آئے ہیں۔لیکن آپ ہیں کون؟"

کہا: " مجھے آقا ابراہیم ہادی نے بھیجا ہے۔ آپ ان کے بھائی عباس ہوں گے؟"

اس کی بتائی باتوں سے میں مطمئن ہوا۔ میں نے گاڑی کی چابی اس کے حوالے کی اور وہ گاڑی لے کر وہاں سے گیا۔ اس رات میں نے ابراہیم سے اس موضوع پر بہت زیادہ گفتگو کی: "یہ کیا بات ہوئی؟! اپنے لیے ایک گاڑی بھی نہیں رکھتے؟ جو بھی ہاتھ آئے اسے آگے بخش دیتے ہو؟ اپنے مستقبل کے بارے

میں کیوں نہیں سوچتے؟ آپ کی اپنی بھی کوئی فیملی ہے۔۔۔"

ابراہیم نے معمول کے مطابق ایک مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا: "بہت اچھا ہوا، یہ گاڑی چلی گئی۔" وہ اپنے کاموں پر مکمل یقین اور ایمان رکھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ جو لوگ معاشرے سے اور لوگوں سے کٹ گئے ہیں، جن کی زندگی عیش پرستی میں تبدیل ہوئی ہے ان کا آغاز یہی ہے۔ پہلے نئے ماڈل کی گاڑی، پھر زرق برق لباس، پھر بڑے بڑے گھر۔۔۔

اگلے روز اپنے دوست حسین جہان بخش کی وکس کمپنی کی ایک پرانی گاڑی لا کر گھر کے باہر کھڑی کی اور کہا: "یہ بھی گاڑی ہے۔ اگر کہیں جانا چاہیں ہمارے پاس گاڑی ہے۔"

میں اس گاڑی کے ٹوٹے ہوئے دروازوں کے پاس سے گزرتے ہوئے لاپرواہی کے ساتھ گھر کے اندر چلا گیا۔

علماء کے محضر میں

(امیر منجر)

اکثر لوگ جو ظاہری طور پر مذہبی ہوتے ہیں ہاتھ میں تسبیح لیے استغفار میں مشغول نظر آتے ہیں۔ ان میں سے بعض کا یہ فعل صرف دکھاوا ہوتا ہے اور وہ خدا کی خاطر کچھ نہیں کر رہے ہوتے۔ گناہ کا موقع مل جائے تو نہیں معلوم یہ لوگ کیا کریں گے؟ ابراہیم اپنا مراقبہ اور محاسبہ کرنے والے تھے۔ اپنے اعمال وافعال کا خیال رکھتے تھے اور ان کا حساب وکتاب رکھتے تھے لیکن ان کی زندگی میں کسی قسم کا دکھاوا نہیں تھا۔

دوستوں کے ساتھ اور دوسروں کے سامنے وہ ہمیشہ ایک ہی طرح بالکل سادہ انداز میں نظر آتے تھے۔ سب کے ساتھ باتیں کرنا، ہنسی مزاح۔۔۔ جن لوگوں کا ابراہیم کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا تھا وہ ان کے اخلاص، مراقبے اور محاسبے کی طرف متوجہ ہو سکتے تھے۔ ان کی زندگی میں یہ معنویت علماء اور بزرگان کی صحبت اور انجمن کی مجالس ومحافل کا نتیجہ تھی۔ وہ ہمیشہ مسجد جاتے تھے اور وہاں کے خطیبوں سے استفادہ کرتے تھے۔ اسی طرح ابراہیم کی ذاکری کے حوالے سے بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایک رات میں ذاکر نہیں بنے تھے۔ وہ مختلف پرانے ذاکرین کے پاس جاتے تھے اور ان سے خاندان اہل بیتؑ کی نوکری کے حوالے سے مدد طلب کرتے تھے۔

حاج آقا ترابی انہیں افراد میں سے ایک تھے۔ ابراہیم کے ساتھ ہم ان کے گھر چلے گئے۔ آقا

ترابی پرانے اور منجھے ہوئے ذاکر تھے۔ ابراہیم دوزانو ہو کر ان کے سامنے بیٹھتے تھے اور کہتے تھے: "میں یہاں آیا ہوں تا کہ آپ نوکری اباعبداللہ کے حوالے سے میری مدد فرمائیں۔"

حاج آقا ترابی کو بھی ابراہیم سے محبت تھی۔ جو بھی سُر یا شعر وہ جانتے تھے ابراہیم کو سکھاتے۔

انقلاب کی کامیابی سے کچھ پہلے ابراہیم کی رہائش خیابان زیبا کی طرف منتقل ہوئی۔ اس خیابان کا ہر کوچہ ومحلّہ کسی نہ کسی عالمِ دین کے نور سے منوّر تھا۔ حوزہ علمیہ امام قائمؑ، مسجد محمدی اور دسیوں امام بارگاہیں اس محلے کے لوگوں کے ایمان کی گواہ تھیں۔ ابراہیم کے ہی محلے میں مشہور عالم دین علامہ سید محمد تقی جعفری کی بھی سکونت تھی۔ علامہ جعفری نے اپنے بہترین اخلاق سے محلے کے اکثر لوگوں کو جذب کر رکھا تھا۔ ابراہیم کو بھی ان سے خاص محبت تھی اور علامہ کے گھر میں برگزار ہونے والی ہفتہ وار مجلس میں شرکت کیا کرتے تھے۔

ابراہیم کی شخصیت میں موجود کشش کی وجہ سے علامہ جعفری اور ابراہیم میں دوستی ہو گئی۔ ابراہیم حضرت علامہ کے محضر سے استفادہ کرتے تھے اور ان سے ایک خاص تعلق رکھتے تھے۔ علامہ بھی ابراہیم سے ایک مومن انقلابی جوان کی حیثیت سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ جب ابراہیم فتح المبین آپریشن میں زخمی ہوئے تب علامہ ان کی تیمارداری کے لیے گھر آئے اور کچھ دیر کے لیے ان کے مہمان رہے۔ ایسا وہ بہت کم لوگوں کے لیے کیا کرتے تھے۔

علامہ کے بیٹے علی جعفری نے ایک انٹرویو میں کہا: "جب ابراہیم ہادی زخمی ہوئے انہیں گھر لایا گیا۔ والد صاحب نے ابراہیم کی احوال پرسی کے لیے جانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ جب ابراہیم کو پتہ چلا کہ حضرت علامہ تشریف لائے ہیں تو اسی زخمی حالت میں اپنی جگہ پر کھڑے ہونے کی کوشش کی۔ ابراہیم

نے کہا: آپ نے کیوں زحمت کی؟ ہماری حالت کچھ بہتر ہوتی ہم آپ کے محضر میں چلے آتے۔"

علامہ نے جواب دیا: " آپ کی عیادت ہماری ذمہ داری ہے۔ آپ نے اس راہ میں اپنی جان پیش کی ہے۔ اب آپ کی تیمارداری ہماری ذمہ داری ہے۔"

اس کے بعد علامہ نے کہا: "ہر دفعہ آپقا ۲۱ آتے تھے اور ہم سے درس سنتے تھے۔ آج میری باری ہے کہ آپ سے درس سنوں۔"

ابراہیم بہت زیادہ شرمندہ ہوئے اور کہا: "استاد آپ اس طرح کی بات نہ کیجیے۔ ہم آپ کے قدموں کی خاک ہیں۔ جو کچھ ہے آپ ہی سے سیکھا ہے۔ دعا فرمائیں راہِ ولایت کے سپاہی بن جائیں۔"

برادر علی کلیج نے اس دن کی روداد کچھ یوں سنائی:

میں خیابان آیت اللہ سعیدی سے جا رہا تھا ایک گاڑی نے میرے لیے ہارن بجایا۔ مڑ کے دیکھا تو ایک دوست گاڑی چلا رہے تھے۔ انہوں نے کہا: "ابراہیم کی عیادت کے لیے جانا ہے؟" میں نے کہا: "ہاں۔" اور گاڑی میں سوار ہوا۔

پیچھے مڑ کر دیکھا تو بڑی شرمندگی ہوئی۔ پچھلی سیٹ پر علامہ تقی جعفری بیٹھے تھے۔ ادب کے ساتھ سلام کیا۔ جب ابراہیم کے گھر پہنچے تو معمول کی گفتگو کے بعد ابراہیم نے بات شروع کی: "استاد، ہم محاذ جانے کے بعد بہت ساری باتوں سے متعلق یقین پیدا کر لیتے ہیں۔"

اپنے ہاتھوں سے دائرے کی شکل بنائی اور کہا: "اگر دنیا اس طرح سے گول ہو، امام زمان علیہ السلام میرے ان ہاتھوں کی طرح پوری دنیا پر احاطہ رکھتے ہیں۔ خدا کی ذات بھی اس ساری دنیا پر شاہد اور ناظر ہے۔"

علامہ خاموشی کے ساتھ ابراہیم کی اس عرفانی تعبیر پر غور کر رہے تھے۔ اس کے بعد ابراہیم نے غیبی امداد اور معجزات کے متعلق محاذ کی اپنی یادیں سنائیں۔

سلام بر شہداء

سلام بر ابراہیم

اللھم اللہ صل اعلیٰ محمد وآل محمد

اللھم عجل لولیك الفرج

شهید ابراهیم سے دوستی کرکے زندگی گزارنی چاهیئے، تاکه هم بهی ان کے رنگ میں رنگ جائیں۔ وہ دوسروں کے مددگار تهے اور ابهی بهی هیں کیونکه زندہ هیں۔ مدد کرنے والوں میں سے هیں کافی هے که راہ خدا میں ان سے مدد مانگیں۔